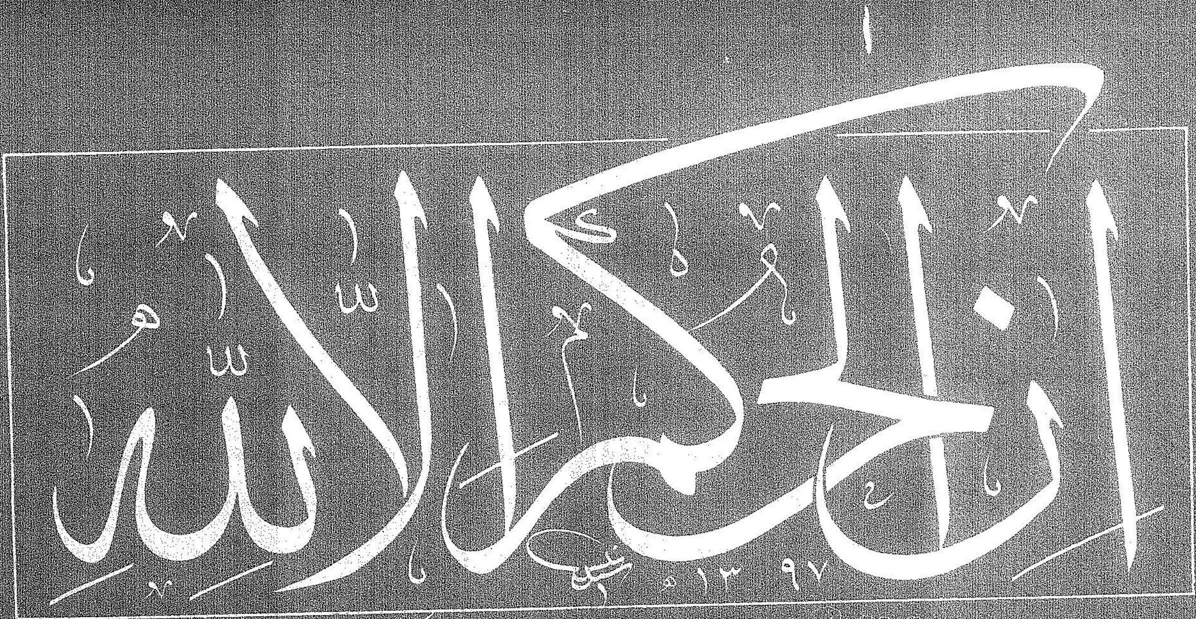


بانیِ ادارہ : شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



حق سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے ۔ قرآن حکیم

فی پرچہ : ایک روپیہ

برائی سے روکنا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِہِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ ۔ (مسلم شریف)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے کسی امت میں مجھ سے پہلے مبعوث فرمایا ہو مگر یہ کہ اس کی قوم میں کچھ اس کے مخلص اور اصحاب تھے۔ جو کہ اس نبی کے طریقہ پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی اقتداء اور پیروی کرتے۔ پھر ان کے بعد میں آنے والے کچھ حضرات ایسے پیدا ہوئے کہ وہ باتیں کہنے لگے کہ جن پر خود عمل پیرا نہ ہوتے تھے اور ان چیزوں کا ارتکاب کرنے لگے جن کا حکم نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا جو شخص ان سے جہاد کرے اپنے ہاتھ کے ذریعے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے قلب سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے علاوہ ایمان کا کوئی رائی کے دانہ کے برابر بھی درجہ (باقی نہیں) ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللہِ وَ الْوَاقِعِ فِیْہَا کَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَہَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ فَصَارَ بَعْضُہُمْ اَعْلَاہَا وَ بَعْضُہُمْ اَسْفَلَہَا وَکَانَ الَّذِیْنَ فِیْ اَسْفَلِہَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَہُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا وَ لَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَکُوْھُمْ وَ مَا اَرَادُوْا ھَلَکُوْا جَمِیْعًا وَ اِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَیْدِیْہِمْ نَجَوْا وَ نَجَوْا جَمِیْعًا ۔

نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ مثال اس شخص کی جو اللہ تعالےٰ حدود (منہیات) میں سستی کرنے والا ہے اور اس شخص کی جو اس کو بجا لا رہا ہے مثل اس قوم کے ہے کہ جنہوں نے ایک کشتی پر (جگہ حاصل کرنے کے لیے) قرعہ اندازی کی۔ بعض ان میں سے اوپر کے حصہ میں چلے گئے اور بعض نچلے حصہ میں۔ تو نیچے حصہ والے آدمی جبکہ پانی لینا چاہتے تو اوپر والوں پر ان کا گذر ہوتا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم اپنے حصہ میں سوراخ کر لیں (تاکہ پانی لے سکیں) اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں۔ تو اب اگر (اوپر والے) ان کو انہی کے ارادہ پر چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ان کو اس سے منع کریں تو یہ خود بھی نجات پا جائیں گے اور سب کشتی والوں کو بھی نجات مل جائے گی۔

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمْ بِعِقَابٍ مِّنْہُ۔

(فرمایا) لوگ جبکہ ظالم کو دیکھیں کہ ظلم کر رہا ہے اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اس کو ظلم کرنے سے منع نہ کریں) تو قریب ہے کہ حق تعالےٰ ان کو اپنے عذاب میں گرفتار کر دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۳ شمارہ ۱۲

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۵ شوال ۱۳۹۷ھ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء

۲۲ شوال ۱۳۹۷ھ
۶ اکتوبر 1977ء

رئیس الادارہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر محمد سعید الرحمن علوی

تعلیم اور ہماری ذمہ داریاں

پاکستان کی موجودہ عبوری حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے گذشتہ دنوں ملک کی سب سے بڑی یونیورسٹی "جامعہ پنجاب" کے ۱۰۶ ویں سالانہ کانووکیشن میں شمولیت کی۔ جنرل صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دی گئی جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے جو تقریر کی وہ بالخصوص انتہائی توجہ کی مستحق ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اس کی روشنی میں پوری قوم اپنا محاسبہ کرے۔

جنرل صاحب کی تقریر ملکی پریس میں بڑی وضاحت سے شائع ہو چکی ہے۔ ہم اس ضمن میں اپنی معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اہل دل حضرات ہماری گذارشات پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

اس حقیقت سے انحراف ممکن نہیں کہ ابتدائے آفرینش میں جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں "علم" کی بے پناہ دولت سے نوازا اور اس طرح کہ قرآن کے مطابق خود حضرت حق "معلم" تھے اور آدم علیہ السلام "متعلم"۔ پھر اسی دولت سرمدی کے ذریعہ انہیں ملائکہ عظام پر برتری و فضیلت عطا فرمائی۔ اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے طور پر جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف [illegible] ے قرآن کے بنیادی فرائض میں "تعلیم" کو شامل [illegible] بھانے کی خاطر اللہ کے رسول برحق نے "دار ارقم" سے لے کر "صفہ" تک کا اہتمام فرمایا اور اپنی مبارک زندگی میں مفتوحہ علاقوں میں "اصحاب علم" کو بھیج کر "علم" کی روشنی کو عام فرمایا۔

اسلام اور علم کا جو آپس میں گہرا تعلق ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ بدر کے کافر قیدی اس بات کے پابند کئے گئے تھے کہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر آزادی حاصل کر لیں۔ خلافت راشدہ سے لے کر مغلیہ اور عثمانیہ حکومتوں تک نے "تعلیم" کے میدان میں مسلمان حکومتوں اور عوام نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہ تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جس کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن اس وقت اداراتی کالموں میں اس عنوان سے کچھ لکھنا ممکن نہیں محض اشارہ کافی ہے اور یہاں تو یہ عالم ہے کہ اندلس کے مسلمان "وحشی یورپ" کو علم و عرفان کی روشنی میں مالا مال کر رہے ہیں۔ یورپی استبداد کے دیو نے جب دنیا میں ظلمت و تاریکی کے پر پھیلانے شروع کئے تو ہر جگہ اس کا پہلا ہدف مسلمانوں کا نظام تعلیم تھا۔

بقول سید امین الحسینی مرحوم مفتی فلسطین مصر کی تعلیمی

پالیسی نے یہاں تباہی مچادی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک عنصر اس پالیسی کو پروان چڑھانے میں ممد و معاون بن گیا۔ اور جب اہل دین و دانش نے اس بلے راہ روی پر ٹوکا تو ان پر "دقیانوسیت" کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ جدید علوم سے روکنا کسی کا مقصد نہ تھا۔ اس مادر پدر آزاد ذہنیت سے بچانا مقصود تھا جو اس تعلیمی پالیسی کا لازمی نتیجہ ہے۔ محض جدید علوم کی حد تک کوئی عقل مند آدمی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور نہ کی اور ہمارے اس دعوے کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور علامہ انور شاہ کاشمیری قدس اللہ اسرارھم جیسے ارباب وطن کی تحریرات اور فتاوی دلائل کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اس تعلیمی پالیسی نے جو برگ و بار پیدا کئے۔ ان کا رونا ساری دنیا روتی ہے۔ جنرل ضیا صاحب نے بھی رونا رویا ہے چند افراد کا جہاں تک تعلق ہے وہ مستثنیات کے ضمن میں آتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ ان میں انقلاب کی لہر آئی تو اس کے اسباب مختلف تھے۔ اگر مولانا محمد علی جوہر حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر ذاکر حسین جیسے لوگوں کے نام لیے جائیں گے۔ تو ان کی پشت پر شیخ الہند کی تربیت کارفرما ہوگی اور اگر اقبال مرحوم کے دور آخر کی بات ہوگی تو۔ ع۔ محل نور تجلی است رائے انور شاہ کے اعتراف کے مطابق امام العصر کاشمیری کا سوز باطنی کام کرتا نظر آئے گا۔

اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کی مثالیں غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب، یحیی اور بھٹو جیسے لوگ ہیں۔ اور ہزاروں پردہ نشین اس ضمن میں گنوائے جا سکتے ہیں جو قوم کے اعصاب پر پروپیگنڈا کے زور سے سوار ہیں، لیکن ان کی دینداری و دیانتداری معلوم؟

کتنی ستم ظریفی ہے کہ آزادی کا سورج طلوع ہوئے تیس سال ہو گئے لیکن نظام تعلیم جوں کا توں؟ اس کا مجرم کون ہے؟ یہ گل کس نے کھلائے؟ کون مسلط رہا جس نے صحیح نظام تعلیم کا اہتمام نہ کیا؟ غلامی کے دور میں شیخ نانوتوی جیسے حضرات نے ملی سرمایہ کے تحفظ کے لیے "مدارس دینیہ" کا سلسلہ شروع کیا، ان کی بنیاد عوامی چندوں پہ رکھی تو اس کی مخصوص وجوہات تھیں لیکن آزادی کے بعد یہ طریق کار باقی ہے تو حکومتوں کی مجرمانہ غفلت کے پیش نظر؟

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم ان متوازن نظامہائے تعلیم کو "ثنویت" کا نام دے کر اس کے خاتمہ پر زور دیتے ہیں۔ اور مولانا کے استاذ گرامی اور عارف نانوتوی کے شاگرد رشید حضرت شیخ الہند نے دیوبند و علی گڑھ کو ملانے کی جو کوششیں کیں وہ تاریخی حقیقت ہے لیکن بندگان ہوس اور ڈوبان ازلی کی مکروہ ریشہ دوانیاں آڑے آئیں تو "جامعہ ملیہ" کی صورت میں "ملاپ" کی کوشش کی گئی جو یقیناً کامیاب تجربہ تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آزادی کے بعد کون سی طاقت اس دوعملی کا باعث ہے؟ آج کالج و مدرسہ کے درمیان اونچی دیوار کیوں حائل ہے؟ کون اس سنگین جرم کا مرتکب ہو رہا ہے؟ کالج میں سب کچھ ہے (گستاخی معاف) نہیں تو اپنی روایات کا سبق نہیں۔ اگر طلباء اسلام کا نام لیتے ہیں تو وہ گھریلو ماحول اور محلوں، گلیوں میں پھیلی ہوئی مساجد میں مظلوم مولوی کی آواز ہے ورنہ اہل مدرسہ نے نوخیز نسل کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

مدارس اسلامیہ قدیم ورثے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ حالات ایسے ہیں کہ وہ جدید کے تصور سے الرجک ہیں کہ "جدید" کے اثرات کی تباہ کاریاں فضل الرحمن پرویز اور نہ معلوم کس کس روپ میں اپنا رنگ دکھلا رہی ہیں۔ اس طبقہ کی ایک مجبوری معاشی بھی ہے کہ بنیاد محض عوام کا چندہ ہے وہ "جدیدیت" کے لیے اٹھنے والے بے پناہ اخراجات کا متحمل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس کے اساتذہ کے مشاہرات و وظائف نہ ہونے کے برابر اور طلبہ کے اخراجات برائے نام! ممکن ہے چند مدارس اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اور ان کے مالی حالات بہتر ہوں لیکن ان کے ذمہ دار حضرات موہوم خطرات سے بچنے کے لیے احتیاط کا دامن رکھتے ہیں۔

قطع نظر ان چیزوں کے اصل بنیادی چیز جس کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ملک میں ایسے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو بقول جنرل صاحب قومی امنگوں سے ہم آہنگ ہو اور ظاہر ہے کہ بہ حیثیت مسلمان ہمارا سب کچھ

(باقی ۲۸ پر)

الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر و لله الحمد

آج کا دن ان لوگوں کے لیے خوشی منانے کا دن ہے جنھیں توفیقِ خیر نصیب ہوئی تھی

"اسلامی نظامِ حیات" سے بگڑا ہوا معاشرہ مثالی اور لائقِ تقلید معاشرہ میں تبدیل ہو جائے گا

"عید الفطر" کے اجتماع سے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا خطاب

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

(پ ۱۱ ۔ رکوع ۱۱)

مسرت آگیں دن

محترم حضرات! آج کا مبارک دن ان تمام مسلمانوں کے لیے خوشی منانے کا دن ہے ۔ جنہیں اللہ تعالےٰ نے رمضان المبارک میں روزے رکھنے، تراویح پڑھنے، تلاوت قرآن پاک کرنے، انفاق فی سبیل اللہ اور دیگر اعمال صالحہ کی توفیق بخشی تھی ۔

جن خوش قسمت لوگوں نے رمضان المبارک کے انمول لمحات کی قدر کی، اس کی برکات سے بہرہ ور ہوئے، اور اعمال صالحہ بجا لا کر خود کو بہت زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرایا انہیں اس پر اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آج اس پر فرحت و مسرت کا اظہار کرنا چاہیے ۔ ارشادِ خداوندی ہے :۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے، سو اسی پر ان کو خو[illegible] ۔

مطلب یہ ہے کہ [illegible] تم پر اپنا فضل و احسان فرما دیں اور تم کو کوئی نعمت بخش دیں تو تمہیں ا[illegible] پر فرحت و خوشی منانی چاہیے ۔ تو جنہیں اس م[illegible] مہینے میں جسے شہر اللہ فرمایا گیا ہے توفیقِ خیر نصیب ہوئی تھی وہ آج ضرور خوشی و مسرت کا [illegible] کہ یہ روز سعید انہیں کے [illegible] لایا ہے ۔

بندوں کے اعمال پر فخر

آج کے دن ان خو[illegible] نصیب حضرات [illegible] حق تعالےٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں ۔ حدیث شریف میں آتا ہے : اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ مَلٰٓئِكَتِيْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ ۔ قَالُوْا [illegible] جَزَآءُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ ۔ قَالَ مَلٰٓئِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَآئِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ [illegible] اِلَى الدُّعَآءِ ۔ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ [illegible] وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ ۔ [illegible] ارْجِعُوْا [illegible] غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ [illegible] حَسَنَاتٍ ۔

جب مسلمانوں کی عید کا [illegible] یعنی [illegible]طار کا دن ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے [illegible]عمال [illegible] فخر کا اظہار کرتے ہو[illegible]

اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے - اے میرے فرشتو! جس مزدور نے اپنا کام پورا کر دیا ہو اس کا کیا معاوضہ ہونا چاہیے - فرشتے عرض کرتے ہیں - اے ہمارے پروردگار! اس کا معاوضہ یہ ہے کہ اسے پوری پوری اجرت دی جائے - پھر اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے - اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری لونڈیوں نے اس فریضے کو ادا کیا جو مَیں نے ان پر عائد کیا تھا - پھر میرا نام بلند کرتے ہوئے عید کی نماز کے لیے نکلے - مجھے قسم ہے میری عزت و جلال کی اور قسم ہے میرے کرم اور علوِّ شان و بلندئ مرتبہ کی - مَیں ان کی پکار کا ضرور جواب دونگا - (ان کی دعائیں ضرور قبول کروں گا) پھر (اپنے بندوں کو مخاطب کر کے) فرماتے ہیں - جاؤ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ مَیں نے تمہارے گناہ بخش دئے ہیں اور تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے -

سو جن خوش قسمت حضرات کو نیکیوں کی توفیق ملی تھی انہیں آج خوش ہونا چاہیے کہ نیکیوں پر مسرور ہونا ایماندار ہونے کی علامت ہے - ارشادِ نبویؐ ہے :- اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ - جب تمہیں اپنی نیکی سے مسرت ہو اور برائی سے دُکھ ہو تو تم مومن ہو -

گنہ گار خوشی نہ منائیں

اس کے برعکس ان بدبختوں کو آج مسرور اور خوش ہونے کا قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا جو بندے کہلا کر خالق کی نافرمانی کرتے رہے - جو امتی کہلا کر اطاعتِ رسولؐ کی سعادت سے محروم رہے - جنہیں سارا مہینہ نیکی اور بھلائی کی توفیق نہ ملی - جنہوں نے رمضان کے مقدس مہینے اور سال کے دوسرے مہینوں میں کوئی فرق ملحوظ نہ رکھا - اور وہ اس بابرکت مہینے میں بھی خیر و برکت سے یکسر بے بہرہ رہے - تو ایسے لوگ آج خوشی منانے کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں - آخر یہ لوگ کس بات پر خوشی منائیں گے ؟ کیا اس پر کہ انہوں نے شعائر اللہ کا احترام نہ کیا - کیا اس پر کہ خصوصی رحمتوں سے لبریز مہینہ میں بھی وہ خود کو بخشوا نہ سکے اور کیا وہ لوگ اس لیے خوشیاں منائیں گے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اس بددعا پر آمین کہی تھی جو ایسے قسمت "لوگوں کو دی گئی تھی -

گناہوں پر خوش ہونا

ایسے گمراہ و بدنصیب اگر آج اظہارِ مسرت کریں گے تو کیا اس کا یہ مطلب نہ ہو گا کہ وہ ربِّ کائنات کی نافرمانی کر کے خوش ہو رہے ہیں - وہ شعائرِ اسلام کی توہین کرنے پر شاداں ہیں اور وہ خود کو سزا و عذاب کا مستحق بنا کر فرحت کا مظاہرہ کر رہے ہیں - جرم اور اس پر فخر و مسرت - العیاذ باللہ - اسے کہتے ہیں ظلماتٌ بعضها فوق بعض - اور ایسے ہی لوگوں کے لیے جو غلط کاریوں پر خوش ہوتے ہیں ارشاد فرمایا گیا ہے :

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ ۴ رکوع ۱۰)

"یعنی جو لوگ اپنی کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام نہیں کئے ہیں - ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے - سو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ خیال نہ کرو - کہ وہ عذاب سے حفاظت میں رہیں گے - ان کے لیے دردناک عذاب ہے "

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

" آیت میں گو تذکرہ یہود یا منافقین کا ہے لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ برا کام کر کے خوش نہ ہوں، بھلا کر کے اترائیں نہیں اور جو اچھا کام کیا نہیں اس پر تعریف کے امیدوار نہ رہیں بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں "

سامعینِ محترم! بہتر ہے کہ ایسے لوگ آج خوشی منانے کے بجائے ندامت کے آنسو بہائیں - بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے معافی کے خواستگار ہوں - عید کا دن ان کے لیے ہرگز مسرت و شادمانی کا دن نہیں ہے - اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْ اَلْوَعِيْدِ - عید اس کے لیے ہے جو وعید سے امن میں آ -

شکر و امتنان کا دن

محترم حاضرین! آج کا دن شکر و امتنان کا دن ہے

آج ہمیں اس پر اپنے مالک کا شکر ادا کرنا ہے کہ اُس نے ہمیں رمضان میں توفیقِ خیر بخشی۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ عید کے روز نہا دھو کر، صاف ستھرے کپڑے پہن کر عیدگاہ جائیں اور بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لائیں۔ یعنی دو رکعت نمازِ عید ادا کریں جو دراصل اس حقیقت کا اعتراف و اقرار ہے کہ ہم نے جو نیک عمل کئے وہ ہمارا کمال نہیں بلکہ ہم پر ہمارے ربّ کا احسان و کرم ہے ؎

جو کچھ کہ ہُوا ہُوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اُس کا فضل و کرم ہمارے شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم کبھی کوئی نیکی نہ کر پاتے اور دوسرے بدقسمت لوگوں کی طرح ہم بھی خیر و فلاح سے محروم رہ جاتے۔

آج ہمیں اپنے اعمال پر اترانا نہیں چاہیے۔ اپنے آپ کو نیک سمجھ کر غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہونا چاہیے فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ (پس اپنے آپ کو پاک نہ سمجھو) بلکہ خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جس نے ہمیں اپنی طاعت و عبادت کی توفیق دی۔ یہ اس کا احسان ہے کہ ہمیں رمضان کے روزے رکھنے اور تلاوتِ قرآن کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ یہ اس کا ہی کرم ہے کہ ہمیں اپنی چوکھٹ پر سر جھکانے کا شرف بخش کر ہمیں سربلند کیا ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

سو آج اس کا زیادہ سے زیادہ شکر کرو، عیدگاہ آؤ تو بھی اس کے حمد و ثناء کے ترانے گاؤ اور جب جاؤ تب بھی تمہاری زبان اسی کی تعریف و توصیف میں زمزمہ سنج ہو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد۔

حاضرینِ محترم و مکرم! آج نماز بھی ادا کیجئے اور توفیقِ طاعت دینے والے کے نام پر اس کے نادار بندوں کی امداد بھی کیجئے۔ خیال رکھئے آپ کا کوئی مسلمان بھائی آج بھوکا نہ رہنے پائے۔ آپ کسی غریب کی امداد کی استطاعت رکھتے ہیں تو اس کی امداد ضرور کریں۔ کہ روزہ بھی سکھلا گیا اور رمضان بھی سبق دے گیا۔

دھوکہ بازوں سے ہوشیار رہیں

حضرات محترم و مکرم!

آج کے اس مبارک دن میں آپ حضرات کی توجہ ایک نہایت اہم بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ملک میں عنقریب عام انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آپ کا ووٹ غلط جگہ استعمال نہ ہو آپ اپنا ووٹ اس شخص کو دیں جو اسلامی نظام کے نافذ کرنے کا جذبہ اور اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ آج اس کا پختہ ارادہ کیجئے کہ اپنا ووٹ ایسے شخص کو ہرگز نہیں دیں گے جس کے قول و عمل سے یہ واضح ہوتا ہو کہ وہ اسلامی نظام کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اگر اسلام کا نام لیتا بھی ہے تو محض آپ سے ووٹ بٹورنے کے لیے، قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لیے، کچھ ایسے عاقبت نااندیش بھی ہوتے ہیں جو اسلامی نظام کا مذاق اڑاتے ہیں، حدود اللہ کو وحشیانہ سزائیں قرار دیتے ہیں اور انگریز کے قانون کو اللہ کے قانون پر ترجیح دیتے ہیں۔ مگر محض ووٹوں کی خاطر وہ اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ایسے موسمی مسلمانوں کے دھوکہ سے بچنا چاہیے۔ اور غور و فکر کرنا چاہیے کہ کون شخص دل سے یہ چاہتا ہے کہ ملک میں اسلامی نظامِ حیات رائج ہو اور کون يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ کے مصداق زبان ہی زبان سے اس کا دعوٰی کرتا ہے۔

خصوصاً ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جنہوں نے مدتوں برسرِ اقتدار رہنے کے باوجود اسلامی نظام کا ہزارواں حصّہ بھی اس ملک میں رائج نہ کیا، نہ صرف یہ کہ رائج نہ کیا بلکہ اقتدار کے نشہ میں بدمست ہو کر تعلیماتِ اسلام کا مذاق تک اڑایا۔ اگر آپ نے اب بھی اس قسم کے لوگوں کو ہی منتخب ہونے میں مدد

یوں سمجھئے کہ آپ خود کو اپنے ہاتھوں جہنم کے شعلوں کے سپرد کر رہے ہیں۔

ہمارا فرض

محترم حضرات! ہم سب کا فرض ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے لیے کوشاں رہیں۔ یہ نظام آ گیا تو ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔ ملک کے تمام شہریوں کو سکھ اور چین نصیب ہوگا اور اللہ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوگا۔

معاشرہ درست ہو سکتا ہے

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے ملک کا حد سے متجاوز بگڑا ہوا معاشرہ اسلامی نظام سے درست ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ درست ہو جائے گا اور یقیناً درست ہو جائے گا۔ اس لیے کہ:

۱۔ جب ہمارا سربراہ وہ شخص ہوگا جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا علمبردار ہوگا اور اس کی یہ کوشش ہوگی کہ ملک کے تمام باشندے خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوں تو ظاہر ہے کہ ایسا سربراہ نیک اور خدا ترس ہوگا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے اسے محبت ہوگی۔ اچھے کام اسے پسند ہوں گے اور برے کاموں سے اسے نفرت ہوگی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عوام اپنے بادشاہ کے طریقہ کو اپناتے ہیں۔ رعایا عموماً بادشاہ کی نقالی کرتی ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔ (لوگ بادشاہوں کے طور طریق پر چلتے ہیں) بادشاہ نیک ہوتا ہے تو عوام نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں، بادشاہ برا ہوتا ہے تو رعایا برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ تو جب ہمارا حاکم اعلیٰ نیک ہوگا تو ہم پر یقیناً اس کا اثر ہوگا۔ اور ہم برائیاں ترک کر کے بھلے کام کرنے لگیں گے۔

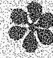
۲۔ اگر خدانخواستہ کچھ لوگوں پر سربراہ ملک کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تو امید ہے کہ ان لوگوں کی صحبت و مخالطت سے ان کی دنیا بدل جائے گی جو پہلے سے نیک ہوں گے یا حاکم وقت سے متاثر ہو کر راہِ راست پر آ چکے ہوں گے۔ اس لیے کہ صحبت اور ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور انسان اس سے متاثر ہو ہی جاتا ہے۔

۳۔ اگر کچھ لوگ اس پر بھی درست نہ ہوئے تو شرعی سزاؤں کے ڈر سے محتاط ہو جائیں گے۔ اور سزا کے خوف سے غلط روی ترک کرنے پر مجبور ہوں گے۔

۴۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ جب اللہ کا قانون نافذ ہوگا تو اللہ کی مدد و نصرت شاملِ حال ہوگی۔ اور اس کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہوگا۔ اور اس طرح انشاءاللہ تعالیٰ یہ بگڑا ہوا معاشرہ چند ہی روز میں صالح اور مثالی معاشرہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہمارے اچھے اعمال کو شرفِ قبول سے نوازے، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ ہمیں ہمیشہ نیکیوں کی توفیق دے۔ اپنی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ اور ہمیں ہمت اور حوصلہ دے کہ ہم ہر مشکل کا مقابلہ کر کے اس ملک میں شرعی قوانین کو نافذ کر سکیں۔ آمین!



حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

کتابِ زندگی کا ایک ورق

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب سوانح حضرت رائپوریؒ سے ماخوذ

مرسلہ: ابوالمظفر ظفر احمد قادری



محبتِ رسول ﷺ

حضرت علی میاں صاحب ندوی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں

ان بزرگوں کے تعلق و محبت کا اندازہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ان کو حاصل ہے بغیر ان کو قریب سے دیکھے اور کچھ دن صحبت میں رہے نہیں ہو سکتا۔ دور سے دیکھنے والے تو ان کو زاہد خشک اور معاذ اللہ بے ادب اور محبت سے نا آشنا سمجھتے ہیں مگر ان کا حال وہ ہوتا ہے جو آسی غازی پوری نے پوری احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ؎

صبا یہ جا کے کہیو میرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اس محبت اور جذبہ کی تسکین کبھی نعتیہ اشعار سے ہوتی تھی حضرتؒ خاص طور پر صحابہ کرامؓ کے نعتیہ اشعار زیادہ شوق سے سنتے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ قصیدہ بانت سعاد حضرتؒ کا محبوب قصیدہ تھا اور اکثر مولوی عبدالمنان صاحبؒ دہلوی سے اس کے سنانے کی فرمائش کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار حضرتؒ کو خوب یاد تھے اور خود پڑھ کر سناتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف منسوب قصیدہ جس کا مطلع ہے۔ ؎

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعاگو سلام برخواں
بگرد شاہِ مدینہ گرد و بعد تضرع سلام برخواں

اکثر پڑھوا کر سنا۔ اسی طرح ؎

دلم زندہ شد از وصالِ محمد ﷺ
جہاں روشن است از جمالِ محمد ﷺ

ایک مرتبہ حضرتؒ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس خادم نے عرض کیا کہ حضرتؒ اس مسجد ﷺ میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب و زینت پیدا کر دی اور قیمتی قالین بچھائے۔ کاش یہ مسجد ﷺ اپنی پہلی سادگی پر ہوتی۔ معلوم نہیں اس وقت حضرتؒ کس حال میں تھے جوش آ گیا۔ ارشاد فرمایا حضرت اور زیادہ زیب و زینت ہو۔ دنیا میں جہاں کہیں جمال اور زیب و زینت ہے انہیں کے صدقہ میں تو ہے۔ مجھے شرمندگی ہوئی اور احساس ہوا کہ یہ حضرات کس قدر محبت سے بھرے ہوتے ہیں۔ مرضِ وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات آواز سے رونے لگتے۔ مولانا محمد صاحبؒ انوری عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرت سے رخصت ہونے کے لیے آئے۔ مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرتؒ دھاڑیں مار کر روئے۔ مولانا محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدسؒ کو اس سے پہلے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بابو عبدالعزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا دیکھو یہ مدینہ طیبہ جا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرتؒ کی چیخیں نکل گئیں۔

قرآن سے شغف اور اس کی تلاوت کا انداز

جب حضرتؒ کی صحت اچھی تھی تو رمضان المبارک میں بعد نمازِ عصر مجلس سے الگ تنہائی میں قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے۔ ایک صاحب جو وہیں رہا کرتے تھے بتلاتے ہیں کہ میں ادھر سے گزرا تو حضرتؒ قرآن پڑھنے کی کیفیت کچھ کھلی اور بہت ہی بھلی معلوم ہوئی اور دل ہی دل میں بے ساختہ یہ دعا کی کہ اے اللہ ... پر قرآن پاک پڑھنا ہم کو بھی عطا فرما دے۔ رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد غالباً حضرتؒ نے انہیں صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ آؤ تمہیں بتلائیں قرآن پاک ایسے پڑھا کرو۔ وہ جو قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام خدا سے باتیں کرتے اور اس شجر سے سنتے تھے اور اپنے کو ... وہی شجر

تصور کرو اور پھر اپنے ہی سے قرآن پاک کے نکلتے ہوئے الفاظ کو یوں سمجھو کہ یہ خدائے پاک فرما رہے ہیں اور کانوں سے اسی انداز پر سنو کہ میں اپنے اللہ کا کلام اللہ ہی کی آواز میں سن رہا ہوں اور اسی طرح پر فرمایا کر فرماتے ہوئے یہی کیفیت سراپا اپنے اوپر طاری کر لی اور فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہی کیفیت دل میں جیسے اتر گئی۔ وہی صاحب یوں بتلاتے ہیں کہ مدت تک قرآن پاک اسی ہی کیفیت کے ساتھ پڑھنا نصیب ہوا اور بہت ہی لطف آیا۔ اور یہ انداز قرآن پاک کی تلاوت کے سلسلہ کی ترقیوں میں نئے نئے اضافوں کا سبب بنا۔

صحابہ کرام سے تعلق و محبت :۔

ایک روز ایک مجلس میں فرمایا

اگر شیعہ کے اصول کو دیکھا جائے تو پھر اسلام میں کچھ نہیں رہ جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کمال ہی نہیں معلوم ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کی صحبت سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور صحبت کی برکت سے پکے دین دار بن جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کوئی بھی پکا مسلمان نہیں بنا۔ ایک مرتبہ ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے جو سادات کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں اور تشیع کی طرف مائل ہیں۔ فرمایا بھائی میں تو سیدھا دل سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو آپ حضرات پر اعتبار نہیں رہا کہ ہم تو اچھے خاصے مندروں میں پوجا پاٹ میں لگے رہتے تھے۔ آپ کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ہم لبیک کہتے ہوئے اُن کے پیچھے ہو لیے۔ اب آپ ہمیں چھوڑ کر کوئی شیعہ ہو رہا ہے۔ کوئی مرزائی اور کوئی عیسائی اور کوئی منکرِ حدیث۔ بس بھائی ہمیں یہی اسلام کافی ہے۔ یہ ہمارے بس کا نہیں کہ تم جہاں جاؤ ہم تمہارے پیچھے پیچھے بھاگے پھریں۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسلمان نہیں ہیں تو ہمیں تو اور کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ حضرت اقدسؒ کی زبان مبارک پر پنجابی کا یہ شعر رہتا تھا ؎

او دیوانے محمدؐ دے ہیں دیوانہ صحابہؓ دا
او پروانے محمدؐ دے ہیں پروانہ صحابہؓ دا

حضرت اقدسؒ کو اپنے شیخ سے جو محبت تھی وہ ان الفاظ میں ذرا مبالغہ اور شاعری نہیں معلوم ہوتی ہے۔ ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا میں اپنے حضرتؒ کی تعریف اس لیے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے۔ ورنہ ہمارے حضرتؒ تصوف کے امام تھے اور کچھ نہیں عرض کرتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرتؒ کی خدمت میں رہا اس طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرتؒ کی زبانِ مبارک سے نہیں سنا۔ جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو۔ حُبِّ جاہ ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں اولیاء اللہ کے قلوب سے نکلتی ہے جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے پیچھا چھوٹتا ہے۔ یہ بات میں نے اپنے حضرتؒ میں خوب اچھی طرح سے دیکھی ہے کہ حُبِّ جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ رائے پور میں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم کی بیماری کی خبر آئی۔ میں نے سوچا کہ یہ ہمارے حضرتؒ کے خادم تھے۔ خالص لوجہ اللہ بغیر بلائے ان کی عیادت کو جانا چاہیے اس لیے رائے پور سے پیدل چل پڑا۔ اس جانے میں عجیب کیفیت رہی اور ایک ایسی خوشبو آتی رہی کہ پھر وہ نہیں۔ یہ اس تصحیح نیت کی برکت سے۔ ایک دفعہ ڈھڈیاں میں شام کا کھانا ہو رہا تھا۔ ایک جماعت اسلامی کے آدمی آئے۔ سلام کہہ کر بیٹھ گئے۔ حضرتؒ نے کھانے میں شریک ہونے کو کہا۔ انہوں نے ابھی ایک لقمہ ہی اٹھایا تھا کہ حضرتؒ سے بڑے اکھڑپن سے سوال بھی کیا۔ حضرتؒ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کیوں ناکام ہو گئی تھی تو حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ میں اسی برس کا بوڑھا قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں اب بزرگوں کے عیب ڈھونڈنے کے واسطے رہ گیا بڑی ناگواری کے ساتھ بد غصہ کے ساتھ فرمایا۔ ہم کوئی بزرگوں کے عیب نکالنے کے لیے تھوڑے ہی بیٹھے ہوئے ہیں؟ اُن کی سعی بہر حال مشکور رہے، اس سے وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

بے نفسی و فنائیت :۔

ایک مرتبہ لائل پور کے دوران قیام میں اس بارے میں خدام و احباب کے دوران کشاکش تھی کہ حضرت رمضان کہاں کریں۔ لائل پور کے اہل تعلق لائل پور کے لیے کوشاں تھے۔ لاہور کے احباب لاہور کے لیے مصر تھے، اور قریشی صاحب وغیرہ راولپنڈی کے لیے کوشاں تھے۔

حضرت نے ایک روز سحر کے وقت تین گروہوں کے خاص خاص اشخاص کو بلایا اور فرمایا کہ دیکھو بھائی! میں ایک غریب کاشت کار کا لڑکا ہوں۔ میرے گھر میں ایسی غربت تھی کہ میں جب طالب علمی میں آیا کرتا تھا تو میری والدہ کو فکر ہوتی تھی کہ گیہوں کی روٹی کا انتظام کس طرح کریں؟ غبی بھی ہوں بلکہ اوّل تو کچھ زیادہ پڑھا نہیں۔ پھر جو کچھ پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا۔ اب تم جو مجھے کھینچے کھینچے پھرتے ہو۔ اور کوئی اِدھر سے جانا چاہتا ہے۔ کوئی اُدھر تو محض اس کی برکت ہے کہ کچھ روز اللہ کا نام لیا۔ تم خود اخلاص کے ساتھ چند روز اللہ کا نام کیوں نہیں لیتے کہ خود مطلوب بن جاؤ۔ یہ تقریر کچھ ایسی سادگی اور اثر کے ساتھ فرمائی کہ بعض حضرات کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک مرتبہ سید آزاد صاحبؒ نے حضرتؒ کو مخاطب کر کے ایک غزل کہی جس کا مقطع یہ تھا ؎

یہ کیا ستم ہے کہ آزاد تیرے ہوتے ہوئے
ہے مے کدہ میں بھی اور تشنہ کام ہے ساقی

یہ شعر سن کر فرمایا بھائی میرے پاس تو پانی بھی نہیں یہ شعر تو شیخ الحدیث کو سنانا۔ ایک دفعہ مجلس میں کچھ دھوپ میں بیٹھے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سایہ میں آ جاؤ۔ شاید انہوں نے نہ سنا وہیں بیٹھے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا بھائی دھوپ میں تم بیٹھے ہو اور جلا میں جا رہا ہوں۔ سایہ میں آ جاؤ (تصوف دینی کاموں کی قوّت کا ذریعہ ہے) ایک دن مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مولوی صاحب تصوف دین کے کام چھڑانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوّت آتی ہے اور جان پڑتی ہے۔ لیکن کیا عرض کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہے کہ جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے وہ اب اُدھر توجہ ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر تھوڑی سی بھی توجہ ادھر دے دیں تو پھر دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے حضرت باوا صاحبؒ نے اور بعد والے حضرات حضرت مجددؒ صاحب حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت سید صاحبؒ نے ہمارے ملک میں دین کی وہ خدمات انجام دیں اور جو کچھ کر دکھایا جن کا سواں اور ہزارواں حصہ بھی ہماری انجمنیں اور جماعتیں نہیں کر پا رہی ہیں۔ مولوی یحییٰ صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے ایک بار فرمایا تمہارے دادا بزرگ وار (مولانا اللہ بخشؒ بہاول نگری) بھی آخر عمر تک ذکر و فکر میں مر مٹے تھے۔ تم بھی ایسی راہ جان دینا۔ فرمایا دیکھو ذکر و اذکار مرتے دم تک نہ چھوڑنا۔ تمہارے دادا صاحب ہر وقت چلتے پھرتے بھی مراقب رہتے تھے اور بڑی ہمت کے ساتھ ذکر و اذکار کرتے رہنا یہ نعمت اور نسبت اللہ کے پاک نام کی برکت سے حاصل ہوئی۔ اسی لیے اللہ کے نام کو نہ چھوڑنا۔ مولانا عبدالوحید صاحب راوی ہیں کہ گھوڑا گلی کے قیام میں ایک مرتبہ شدید مرض کا حملہ ہوا نہ کھڑے ہو سکتے تھے نہ بیٹھنے کی طاقت تھی، سانس پھولتی تھی اور نیم بے ہوشی کا عالم تھا اس حالت میں میں نے عرض کیا عشا کا وقت ہو گیا ہے۔ وضو کرا دیں۔ اشارہ سے فرمایا ہاں۔ ہم دونوں بھائیوں نے اٹھانے کی کوشش کی، مشکل سے تھام کر غسل خانہ تک لے گئے وضو کرانے جب بیٹھے تو فرمایا کون ہو؟ میں نے اپنا نام اور مولانا عبدالجلیل صاحب کا نام بتایا تو سن کر فرمایا بیٹا میرا کچھ ٹھیک نہیں کس وقت چل پڑوں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا چاہے کچھ نظر آئے یا نہ آئے۔ نہ نظر آئے تو بہت اچھا ہے اس میں کسی کی نہ ماننا، چاہے کوئی کتنے ہی دلائل دے۔ تم مجھ کو اس میں تجربہ کار سمجھو۔ ارے بھائی تمہیں تجربہ نہیں ہوا تم نے اپنے ماموں اور چچا کو نہیں دیکھا کہ کتنا غبی کتنا کند ذہن چند روز اللہ کا نام لیا تو کتنی برکتیں ہوئیں۔ ایک ارشاد میں فرمایا انوار کا نظر آنا کوئی ضروری نہیں یہ تو محنت و ریاضت سے غیر مسلموں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ چیز کس طرح معیارِ فضیلت ہو سکتی ہے جو غیر مسلموں میں بھی پائی جائے پھر ہمارا اُن سے امتیاز کیا ہو گا۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو کچھ نظر نہیں آتا اور مقصود تک رسائی ہے، کیونکہ بھٹکنے کا اندیشہ نہیں۔ بخلاف جن کو نظر آتا ہے اُن کے بہک جانے اور گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ارشاد فرمایا نہ معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں اثراتِ ذکر تو یہ ہیں کہ دُنیا سے بے رغبتی ہو آخرت کا خیال ہو، دُنیا اتنی جاذبِ نظر نہ آئے۔ فرمایا محبت سے اخلاقِ رذیلہ کٹ جاتے ہیں اور محبّ محبوب کے آثار جذب کرتا ہے۔ کسی نے لطیفہ جاری نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپؒ نے اُس سے یقین کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا ہاں وہ تو ہے۔ فرمایا پھر لطیفہ کے پیچھے نہ پڑو مقصود حاصل ہے ؁

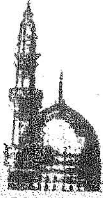
مسلمانوں کی سیرچشمی



حضرت عبداللہ بن جعفر ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک باغ سے گذرے اس باغ میں ایک حبشی غلام رکھوالا تھا وہ روٹی کھا رہا تھا اور کتا اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا جب وہ لقمہ بنا کر اپنے منہ میں رکھتا تو ولیسا ہی ایک لقمہ بنا کر اس کتے کے منہ میں ڈالتا حضرت عبداللہ بن جعفر اس منظر کو کھڑے دیکھتے رہے جب وہ غلام کھانے سے فارغ ہو چکا تو یہ اس کے پاس تشریف لے گئے اس سے دریافت کیا کہ تم کس کے غلام ہو اس نے کہا میں حضرت عثمانؓ کے وارثوں کا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ایک عجیب بات دیکھی اس نے عرض کیا آقا تم نے کیا دیکھا تو حضرت عبداللہ بن جعفر فرمانے لگے کہ جب تم ایک لقمہ کھاتے تھے تو ساتھ ہی ایک لقمہ اس کتے کو بھی دیتے تھے اس نے عرض کیا کہ یہ کتا کئی سال سے میرا ساتھی ہے اس لئے ضروری ہے کہ میں اس کو کھانے میں بھی اپنا ساتھی رکھوں تو انہوں نے فرمایا کہ اس کتے کے لیے تو اس سے کم درجہ کی چیزیں بھی بہت کافی تھیں۔ غلام نے عرض کیا کہ مجھے اللہ جل شانہٗ سے اس کی غیرت آتی ہے کہ میں کھاتا رہوں اور ایک جاندار کی آنکھ مجھے دیکھتی رہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر اس سے بات کر کے واپس تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے وارثوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اپنی ایک عرض لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا ارشاد ہے ضرور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں باغ میرے ہاتھ فروخت کر دو انہوں عرض کیا کہ جناب والا کی خدمت میں وہ ہدیہ ہے اس کو بلا قیمت قبول فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ میں بلا قیمت لینا نہیں چاہتا قیمت ہو کر معاملہ طے ہو گیا حضرت ابن جعفر نے فرمایا کہ اس میں جو غلام کام کرتا ہے اس کو بھی لینا چاہتا ہوں انہوں نے عذر کیا کہ وہ بچپن سے ہمارے پاس پلا ہے اس کی جدائی شاق ہے مگر حضرت عبداللہ بن جعفر کے اصرار پر انہوں نے اس کو بھی ان کے ہاتھ فروخت کر دیا یہ دونوں چیزیں خرید کر اس باغ میں تشریف لے گئے اور اس غلام سے کہا کہ میں نے اس باغ کو اور تم کو خرید لیا ہے غلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو یہ خریداری مبارک فرمائے اور برکت عطا فرمائے البتہ مجھے اپنے آقاؤں کی جدائی کا رنج ہوا ہے کہ انہوں بچپن سے مجھے پالا تھا حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ میں آپ کو آزاد کرتا ہوں اور اس باغ کو تمہاری نذر کرتا ہوں اس غلام نے عرض کیا کہ پھر آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ حضرت عثمانؓ کے وارثوں پر وقف کر دیا حضرت عبداللہ بن جعفر فرمانے لگے کہ مجھے اس کی اس بات پر اور بھی تعجب ہوا اور اس کو برکت کی دعائیں دے کر واپس آ گیا۔ (مسامرات)

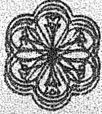
واقدی کہتے ہیں کہ میرے دو دوست تھے ایک ہاشمی اور ایک غیر ہاشمی ہم تینوں میں ایسے گہرے تعلقات تھے گویا کہ ایک جان تین قالب تھے میرے اوپر سخت تنگی تھی عید کا دن آ گیا بیوی نے کہا ہم تو ہر حال میں صبر کر لیں گے مگر عید قریب آ گئی ہے بچوں کے رونے اور ضد کرنے نے میرے دل کے ٹکڑے کر دیے۔ یہ محلہ کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عمدہ عمدہ لباس اور سامان عید کے لیے خرید رہے ہیں اور یہ پھٹے پرانے کپڑوں میں پھر رہے ہیں اگر کہیں سے تم لا سکتے ہو تو لا دو ان بچوں کے حال پر مجھے بہت ترس آتا ہے تاکہ میں ان کے بھی کپڑے بنا دوں۔ میں نے بیوی کی یہ بات سن کر اپنے ہاشمی دوست کو پرچہ لکھا اس میں صورت حال ظاہر کی اس کے جواب میں اس نے سر بمہر ایک تھیلی میرے پاس بھیجی اور کہا کہ اس میں ایک ہزار درہم ہیں تم ان کو خرچ کر لو میرا دل ابھی اس تھیلی سے ٹھنڈا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا پرچہ میرے پاس اسی قسم کے مضمون کا جو کہ میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا تھا آ گیا میں نے وہ تھیلی سر بمہر اس کے پاس بھیج دی اور بیوی سے شرم کے مارے گھر جانے کی ہمت نہ ہوئی مسجد میں چلا گیا دو دن رات مسجد میں ہی رہا لیکن شرم کی وجہ گھر نہ جا سکا جب تیسرا دن ہوا تو گھر گیا بیوی کو سارا قصہ سنا دیا اس کو ذرا بھی ناگوار نہ ہوا اور نہ اس لئے کوئی حرف شکایت کا مجھ سے کہا بلکہ میرے اس فعل کو پسند کیا

(باقی ۲۸ پر)



نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقلم الاستاذ العلامہ عبد المنان الدہلوی



يا قلبُ ما لكَ لا علمٌ ولا عملُ ۔۔۔ ولا وجوبٌ ولا فرضٌ ولا نفلُ

اے دل تجھے کیا ہوا! نہ تیرے پاس علم ہے نہ عمل نہ واجب پر عمل ہے نہ فرض پر نہ نفل پر

ولا خشوعٌ ولا عجزٌ ولا ندمٌ ۔۔۔ ولا ابتهالٌ ولا خوفٌ ولا وجلُ

نہ خشوع ہے نہ عاجزی ہے نہ ندامت نہ تضرع ہے نہ خوف و ڈر

ولا شعورٌ ولا حسٌّ ولا حدسٌ ۔۔۔ ولا دعاءٌ ولا تقوى ولا شغلُ

نہ شعور ہے نہ حس نہ خاص سمجھ نہ دعا ہے نہ تقویٰ نہ کوئی مشغلہ

ولا خيالٌ ولا فكرٌ ولا نظرٌ ۔۔۔ ولا طريقٌ ولا زادٌ ولا حيلُ

نہ خیال ہے نہ فکر و نظر نہ راستہ نہ زادِ راہ نہ تدابیر

ولا كمالٌ ولا فضلٌ ولا ثقةٌ ۔۔۔ ولا كتابٌ ولا دينٌ ولا مللُ

نہ کمال نہ فضل نہ کچھ اعتباری (اور گویا) نہ کتاب ہے نہ دین نہ کسی مذہب (پر پختگی)

ولا شبابٌ ولا شيبٌ ولا عِبَرٌ ۔۔۔ ولا ملامٌ ولا زجرٌ ولا عذلُ

نہ تیرے نزدیک شباب کوئی چیز ہے نہ بڑھاپا نہ عبرتیں نہ ملامت اور نہ ڈانٹ ڈپٹ

ولا قرارٌ ولا صبرٌ ولا خبرٌ ۔۔۔ ولا نهارٌ ولا ليلٌ ولا أصلُ

نہ قرار ہے نہ صبر اور نہ (کسی چیز کی) خبر نہ (تیرا) دن ہے نہ رات نہ (دو) شامیں

ولا صلاحٌ ولا زهدٌ ولا ورعٌ ۔۔۔ ولا إمامٌ ولا هادٍ ولا سبلُ

صلاح ہے نہ زہد و تقویٰ نہ اب (تیرا) امام ہے نہ .... ..

كمثلهِ لم ترَ العينانِ حادثةً ۔۔۔ فتاكةً شبهها العسالة الذبل

(تمہاری) دیکھنے والا حادثہ نہ دیکھا ہوگا: جیسے خشک نیزہ (ہلانے والا نیزہ) شہد کا چھتہ

حَتّٰی اِذَا جَاۤءَ اَمْرُ اللّٰہِ لَسْتَ تَرٰی عَوْنًا وَّاَنْتَ اِلٰی اُخْرَاکَ تَنْتَقِلُ

حتی کہ جب خدا کا حکم (موت) آئے تو تمہیں کوئی مددگار نہ نظر آئے گا اور تم اپنی آخرت کی طرف منتقل ہو جاؤ گے

تَقُوْمُ عِنْدَ اِلٰہِ الْعَرْشِ مُرْتَعِشًا کَمَا یَقُوْمُ ذَلِیْلٌ خَائِفٌ وَّجِلٌ

الٰہ العرش کے سامنے کھڑے اس طرح کانپ رہے ہو گے جیسے ایک خوف زدہ اور ذلیل شخص کانپتا ہو

وَلَا مَلَاذٌ وَّلَا مَنْجٰی لِمُعْتَذِرٍ بِحَالَۃٍ مَا لَھَا اَنْ یُّضْرَبَ الْمَثَلُ

اس وقت معذرت خواہ کے لیے نہ کوئی پناہ گاہ ہو گی نہ ٹھکانا۔ ایسی حالت میں ہو گا کہ اسکی مثال دی ہی نہیں جا سکتی

ھُنَاکَ تَعْلَمُ مَا قَدَّمْتَہٗ لِغَدٍ تُجَرُّ مِنْ خَذَلٍ ھَلْ فَوْقَہٗ خَذَلُ

وہاں تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے کل کے لیے کیا کر کے بھیجا تھا (جب) تمہیں رسوائی کے ساتھ گھسیٹا جائیگا اس سے زیادہ کوئی رسوائی ہو سکتی ہے

حَوْلَ الصِّرَاطِ کَلَالِیْبٌ مُّعَلَّقَۃٌ کَشَوْکِ سَعْدَانَۃٍ لِّلنَّاسِ مَا عَمِلُوْا

پل صراط کے گرد بڑے بڑے کانٹے لگے ہوں گے جیسے "سعدان" درخت کے کانٹے ہوتے ہیں، اور ہر ایک کو وہ ملے گا جو اس نے کیا ہو گا

فَالْعَیْنُ شَاخِصَۃٌ وَّالْقَلْبُ مُنْقَلِبٌ اَمَامَہٗ خَجَلٌ مِّنْ خَلْفِہٖ خَجَلُ

تو (اس وقت) آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور دل (رنگ) بدلتا ہو گا۔ پروردگار کے سامنے خجالت پہ خجالت ہو گی

یُحَاسَبُ الْعَبْدُ وَالْاَعْضَاءُ شَاھِدَۃٌ عَلَیْہِ کَیْفَ مَضَتْ اَیَّامُہُ الْاُوَلُ

بندے کا حساب کیا جائے گا اور اعضاء اسی پر گواہی دیں گے کہ اس کے پچھلے دن کیسے گذرے

وَلَا شَفِیْعٌ وَّلَا مَالٌ وَّلَا وَلَدٌ وَّلَا قَرِیْبٌ وَّلَا اٰلٌ وَّلَا نَسَلُ

نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہو گا نہ مال ہو گا نہ اولاد نہ عزیز قریب نہ آل نہ نسل (نہ پینے کا سامان)

فَلَا وَرَبِّکَ لَا حَلٌّ لِّمُشْکِلَۃٍ اِلَّا اتِّبَاعُ رَسُوْلٍ لَّمْ یَزَلْ یَصِلُ

پس پروردگار کی قسم اس مشکل کا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے کوئی حل نہیں ہے جو

حَلَّ الْمَشَاکِلَ مِنْ دُنْیَا وَّاٰخِرَۃٍ کَیْلَا تَزِلَّ بِزَلَّاتٍ فَتَنْخَذِلُ

دنیا و آخرت کی مشکلات کا حل کرتی ہی رہی ہے۔ تاکہ کوئی (نفس) پھسل کر رسوا نہ ہونے پائے

وُجُوْدُہٗ رَحْمَۃٌ لِّلنَّاسِ سَاتِرَۃٌ بَلْ لِّلْعَوَالِمِ مُھْدَاۃٌ لِّمَنْ غَفَلُوْا

لوگوں کے لیے ان کا وجود سراپا رحمت ہے (ایسی رحمت) جو (عیوب کو) چھپائے ہوئے ہے بلکہ تمام ہی عالموں کیلئے (یہی حال) ہے وہ غافلوں کیلئے ہدایت ہیں

یَسُرُّہٗ اَنْ یَّکُوْنَ الْعَبْدُ مُمْتَثِلًا اَحْکَامَ خَالِقِہٖ بِالصِّدْقِ یَمْتَثِلُ

انہیں یہی اچھا لگتا ہے کہ بندہ اپنے خالق کے احکام کا نہایت سچے دل سے طاعت گذار بنا رہے

وَمَنْ عَصٰی رَبَّہٗ مُسْتَکْبِرًا فَلَہٗ نَارُ الْجَحِیْمِ عَلَی الْحَیَّاتِ تَشْتَمِلُ

اور یہ بات مسلّم ہے جو اپنی بڑائی میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہو گی جو سانپوں پر مشتمل ہو گی

فَخَارُہُ الْفَقْرُ لَا سَرَّتْہُ ثَرْوَتُہٗ وَقَالَ مَا لِیْ وَلِلدُّنْیَا سَاَرْتَحِلُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فقر ہی فخر تھا انہیں اپنی مالداری سے خوشی نہ تھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرا دنیا سے کیا جوڑ میں تو عنقریب دنیا سے کوچ کر جاؤں گا

آلُ النَّبِيِّ وَلَا آلٌ كَعِتْرَتِهِ   فِي فَاقَةٍ مُنْذُ أَزْمَانٍ وَمَا أَكَلُوا

آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقہ میں رہتے تھے کئی کئی دنوں کھانا نہ ہوتا تھا اور آپ کی اولاد جیسی آل کوئی نہیں

نَعَمْ وَعَلَّمَهُمْ أَخْلَاقَ فَاضِلَةٍ   عَلَّامُهَا بَذَلُوا مَالًا وَمَا بَخِلُوا

ہاں! آپ نے انہیں اخلاق فاضلہ سکھائے جو انہیں اچھی طرح سیکھ گئے انہوں نے (ہمیشہ) مال خرچ کیا ہے اور بخل نہیں کیا

وَعَظَمَةُ الْآلِ وَالْأَصْحَابِ ثَابِتَةٌ   تَبًّا لِمُنْكِرِهَا وَيْلٌ لِمَنْ جَهِلُوا

اور آل و اصحاب کی عظمت ثابت ہے۔ اس کے منکر کا ناس ہو اور جو نہیں جانتا وہ برباد ہو

وَاهًا لِسِيرَتِهِ فَاقَتْ شَمَائِلُهُ   يَا حُسْنَ صُورَتِهِ تَشْتَاقُهَا الْمُقَلُ

کیا کہنے ان کی سیرت پاک کے آپ کی عادات طیبہ سب سے بلند ہیں۔ آپ کی صورت مبارکہ کیا ہی اچھی تھی جسکی آنکھیں مشتاق رہتی تھیں (اور ہیں)

جَبِينُهُ مَطْلَعُ الْأَنْوَارِ مَشْرِقُهُ   فَالشَّمْسُ آفِلَةٌ وَالْبَدْرُ مُخْتَجِلُ

آپ کی جبیں مبارک کا مشرق ایسا مطلع انوار تھا (جس کے سامنے) سورج بھی ڈوب جاتا اور ماہ تمام شرما شرما جاتا تھا

وَوَجْهُهُ كَطُلُوعِ الصُّبْحِ مُنْفَلِقًا   فَالْأَرْضُ نَائِرَةٌ وَالْقَاعُ وَالْقُلَلُ

آپ کا چہرۂ انور ظہور صبح کی طرح سامنے آتا تھا پس زمین اور چٹیل مقامات اور پہاڑ کی چوٹیاں سب منور ہو جاتی تھیں

وَحُسْنُ مَبْسِمِهِ الْوَضَّاءِ مُبْتَسِمًا   كَفَتْقِ زَهْرٍ وَعَيْنٌ زَانَهَا كَحَلُ

اور تبسم کے وقت آپکے روشن کن لبوں کی خوبصورتی ایسے ہوتی تھی جیسے کلی کھل رہی ہو۔ اور آپ کی مبارک آنکھوں کو قدرتی سرمہ نے حسن بخشا تھا

وَنَظْرَةٌ شَفَتِ الْمَرْضَى وَغُرَّتُهُ   تُرْوِي الْغَلِيلَ وَلَا مَاءٌ وَلَا بَلَلُ

اور ایسی نظر ہے کہ بیماروں کو شفا بخش دے اور ایسی پیشانی کہ پیاسے کو بغیر اس کے کہ پانی اور نمی محسوس ہو سیراب کر دے

وَجَعْدُهُ الْعَطِرُ الْمِعْطَارُ نَفْحَتُهُ   كَمَا النَّسِيمُ بِصُبْحٍ هَبَّ يَرْتَفِلُ

آپ کے موئے مبارک بہت ہی معطر تھے جیسے صبح کے وقت ہوا (نسیم صبح) اپنے دامن میں (مہک) لیے جا رہی ہو

وَثَغْرُهُ الرَّائِقُ الْبَسَّامُ مُنْفَلِجًا   وَمِنْ ثَنَايَاهُ نُورٌ وَصْفُهُ غَزَلُ

دہن مبارک عمدہ و پاکیزہ، تبسم کناں جدا جدا دانت اور سامنے کے مبارک دانتوں سے ایسا نور ظاہر ہوتا تھا کہ اسکا وصف بیان کرنا خود ایک غزل ہو گا

سَوَادُ شَعْرٍ بَيَاضُ الْخَدِّ يَغْبِطُهُ   فِي حُلَّةٍ وَثِيَابٍ دُونَهَا الْحُلَلُ

بالوں کی سیاہی پہ سفیدی رخسار رشک کرتی تھی آپ کے جوڑے اور کپڑے ایسے کہ دنیا کے سب جوڑے ہیچ ہیں۔

لَهُ جَمَالٌ إِذَا مَا زَارَهُ أَحَدٌ   يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ لَهُ بَدَلُ

ایسا جمال تھا کہ جب کوئی دیکھتا تھا۔ تو کہہ اٹھتا تھا سبحان ربی کیا اس کا بدل اور اس جیسا کوئی ہو سکتا ہے

وَصَدْرُهُ مَخْزَنُ الْأَسْرَارِ مَنْبَعُهَا   فِيهِ الْهُدَى وَالْغِنَى وَالْجُودُ وَالنَّحَلُ

آپ کا سینہ مبارک مخزن اسرار اور منبع اسرار تھا اس میں ہدایت غنی سخاوت اور عطیات تھے

جُودُ الْأَكُفِّ كَبَحْرٍ عَبَّ مُلْتَطِمًا   نَوَالُهُ عَجَبٌ مِقْدَارُهُ جَلَلُ

ہاتھوں کی سخاوت اس سمندر کی طرح تھی جو تلاطم میں ابھر رہا ہو آپ کی سخاوت عجیب تھی اس کی (تھوڑی سے تھوڑی) مقدار بھی بڑی ہوتی تھی

قَدْ نَالَ مِنْ شَرَفٍ لَا فَوْقَهُ شَرَفٌ   مُلَقَّبٌ بِحَبِيبِ اللهِ مُمْتَثِلُ

آپ نے وہ شرف حاصل کیا کہ جس کے اُوپر کوئی شرف کا درجہ نہیں آپ کو حبیب اللہ کا لقب عطاء ہوا آپ (اللہ کے کامل) مطیع و فرمانبردار تھے

لَهُ مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا يُشَارِكُهُ   فِيهِ نَبِيٌّ وَلَا بِالْقُرْبِ مُتَّصِلُ

آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ایک وقت (شب معراج) وہ قرب حاصل ہوا کہ اسمیں نہ کوئی دوسرا نبی شریک تھا اور نہ ہی ایسا اور کوئی جو قرب الٰہی پر واصل ہو

فِي لَيْلَةٍ بَرَقَتْ بِالنُّورِ سَاطِعَةً   مَسِيرُهُ بِبُرَاقٍ سَيْرُهُ عَجِلُ

اس شب کہ جو نور چمکاتی ہوئی آئی آپ کی روانی ایسے براق پر ہوئی جو نہایت تیز چلنے والا تھا

فَاقَتْ لَيَالِيَ مِيزَاتٍ وَّمَرْتَبَةً   كَلَيْلَةِ الْوَصْلِ لَا كَلٌّ وَّلَا مَلَلُ

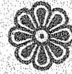
وہ شب اور راتوں پر بہت سی امتیازی چیزوں اور مراتب میں فائق تھی جیسے شب وصل فائق ہوا کرتی ہے اس میں نہ ملال تھا نہ بوجھ

كَقَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى دَنَا وَدَنَا   يُجِيبُ عَمَّا رَآهَا كَيْفَ مَا سُئِلُوا

جیسے کمان کے دو کناروں کا فاصلہ ہوتا ہے یا اس سے بھی کم نزدیک تھے (اور صبح کو جب کفار نے سوالات کئے تو) آپ سے جو کچھ وہ پوچھتے رہے اسکے جواب میں جو دیکھا تھا وہ بتلاتے رہے

مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْآيَاتِ مُعْجِزَةً   حَدِيثُهُ كَزَبِيبٍ نُطْقُهُ عَسَلُ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب آیات معجزہ ہیں آپ کی حدیث کشمش کی طرح ہے آپ کی گویائی شہد کی طرح



الیکشن ایجنٹ کی تقرری

ہر امیدوار ایک الیکشن ایجنٹ مقرر کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں امیدوار کو تحریری طور پر متعلقہ ریٹرننگ آفیسر کو مطلع کرنا ہوگا۔ نوٹس میں الیکشن ایجنٹ کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ درج ہونا چاہیے:

الیکشن ایجنٹ کا نام اس فہرست رائے دہندگان میں ہونا لازمی ہے جس حلقہ سے امیدوار اسمبلی کا نامزد امیدوار ہے۔ الیکشن ایجنٹ قانونی طور پر مجاز ہوگا کہ الیکشن کے تمام معاملات میں امیدوار کی نامزدگی کرے:

امیدوار الیکشن ایجنٹ کو بدل بھی سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد کسی اور کو تعین بھی کر سکتا ہے:

اگر کوئی امیدوار الیکشن ایجنٹ مقرر نہیں کرتا تو وہ خود ہی اپنا الیکشن ایجنٹ تصور کیا جائے گا یعنی وہ خود ہی امیدوار اور خود ہی الیکشن ایجنٹ ہوگا۔

سید عطاء الرحمن جعفری بی اے (آنرز) آفس سیکرٹری انتخابات

از مکافاتِ عمل غافل مشو

مولانا محمد یوسف علی ہاشمی امیر جمعیۃ علماء اسلام ڈرگ زون کراچی

اللہ تعالیٰ کے ارشاد لیس للانسان الا ما سعٰی میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ انسان کو وہ چیز عطا کر دی جاتی ہے جس کے حصول کی وہ اخلاص کے ساتھ کوشش کرتا ہے بشرطیکہ وہ اس کے لیے مفید ہو۔ برِّ صغیر کے مسلمانوں کو اللہ پاک نے تاریخی اتحاد، تنظیم اور جہد مسلسل کی بدولت مملکتِ اسلامیہ پاکستان عطا فرمائی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جس خطۂ ارضی پر یہ ملک وجود میں آیا وہاں کے مقامی باشندوں کے مقابلہ میں برِّ صغیر کے اُن مقامات کے مسلمانوں نے جو اب بھارت کا حصّہ ہیں بہت نمایاں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لاکھوں جانیں قربان کر دیں۔ مال و جائداد کو لٹایا، خود کو بے خانماں برباد کر کے مہاجر بن کر اس ملک خداداد کو حاصل کیا اور اسے کو آباد کیا۔ یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ مسلمانوں نے یہ ملک محض اس لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اللہ و رسولؐ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں گے اور اس پاک ملک میں شریعتِ الٰہی کو نافذ کریں گے۔ چنانچہ تحریکِ پاکستان کا وہ مشہور نعرہ ہر ایک مسلمان کے دل کی آواز تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"

اللہ تعالیٰ نے یہ ملک عطا کر کے مسلمانوں کو بڑی آزمائش میں ڈال دیا بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ مسلمانوں نے خود ہی اللہ سے یہ ملک طلب کر کے اپنے اوپر بڑی ذمہ داری عائد کر لی اور اپنے آپ کو امتحان میں ڈال لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا یہ وعدہ تھا کہ اگر ہمیں یہ ملک اور اس کی حکمرانی مل جائے تو ہم یہاں اسلامی احکام نافذ کریں گے۔ خود بھی شریعت کے مطابق زندگی بسر کریں گے اور مسلمانانِ عالم کے لیے اسلامی حکومت کا ایک مکمل عملی نمونہ پیش کریں گے۔ لیکن افسوس صد افسوس ایک علیحدہ آزاد مملکت عطا ہو جانے کے بعد مسلمانانِ پاکستان نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھلا دیا۔ اور خدا فراموشی کی زندگی گزارنے لگ گئے۔ ابتداً چند اللہ کے بندوں نے نفاذ شریعت کے لیے کچھ کوشش کی لیکن وہ لوگ بہت جلد اللہ کو پیارے ہو گئے اور خود بانئ پاکستان محمد علی جناح اور اُن کے رفقائے کار بھی یکے بعد دیگرے رحلت فرما گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی اکثریت خواہشات نفسانی کی تابع ہوتی چلی گئی اور اللہ و رسولؐ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو نکلنے تھا۔ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

ارشادِ باری ہے۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے "تو اللہ نے بھی انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا"۔ یعنی خدا فراموشی کا نتیجہ لازمی خود فریبی اور خود فراموشی کی صورت میں نمودار ہوا۔ ان خدا فراموش اور خود فراموش مسلمانوں سے اللہ پاک یوں مخاطب ہوا یاایھا الذین اٰمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۔ اے مسلمانو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم منہ سے تو بلند بانگ دعوے کرتے رہو مگر عملاً کچھ نہ کرو۔ سچ کہا علامہ اقبال نے ؎

گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

جوں جوں مسلمان اللہ سے وعدہ خلافی کی روش پر گامزن ہوتے رہے ویسے ویسے اس ملک میں اللہ پاک نے خود سر، جابر، فاسق، بدکار اور ظالم حکمرانوں کو مسلط کرتا گیا۔ ایک سے بڑھ کر ایک طالع آزما آتا گیا اور ایسے ایسے گل کھلاتا رہا کہ الامان والحفیظ، کیوں نہ ہو یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کیا کرتا وما ربک بظلام للعبید بدترین حاکموں کا کسی قوم پر مسلط کیا جانا دراصل

اُس قوم کے شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس ملک کے حکمران مسلمانوں پر ایک مصیبت بن کر نازل ہوتے رہے اور قوم آئے دن طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوتی گئی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر ۰ جو بھی مصیبت نازل ہوتی رہتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے اللہ تو تمہارے بے شمار گناہوں کو یونہی معاف کر دیا کرتا ہے۔ یہ گنہگاروں پر اس کا کرم ہے۔ ؎

کرم بین لطفِ خداوندگار
گنہ بندہ کردست واو شرمسار

پاکستان کو قائم ہو کر تیس سال گزر گئے لیکن آج تک یہاں نظامِ اسلامی نافذ نہ ہو سکا بلکہ اس کے برخلاف دانستہ طور پر یہاں ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ الحاد اور لادینی نظریات کو جنم دینے کا موقع ملا اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ شریعتِ اسلامی کو ازکار رفتہ، فرسودہ اور ناقابلِ عمل سمجھا جانے لگا۔ مذہب کا نام لینے والوں کو رجعت پسند کہا جانے لگا اور علمائے کرام پر پھبتیاں کسی جانے لگیں جس کا نقشہ قرآن پاک نے یوں کھینچا ہے۔ ان الذین اجرموا کانوا من الذین امنوا یضحکون ۰ و اذا مروابھم یتغامزون ۰ و اذا رأوھم قالوا ان ھؤلاء لضالون ۰ جو لوگ مجرم ہوتے ہیں وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے ہیں اور جب وہ ایمان والے اُن کے سامنے سے گزرتے ہیں تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں اور جب وہ اُن کو دیکھتے ہیں تو اُلٹے ان کو رجعت پسند اور گمراہ کہنے لگتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اشتراکی نظام کے گُن گائے جانے لگے۔ حکمران طبقہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ ترقی پسندی کی آڑ میں فحاشی، بے حیائی، رقص و سرود، نائٹ کلب، بے ایمانی اور لوٹ کھسوٹ کو رواج دیا جائے اور قوم کو معاشی مسائل میں اُلجھا کر رکھ دیا جائے اور اصلاحات کے نام پر طبقہ واری منافرت پھیلائی جائے۔ مادیت اور مادہ پرستی کو فروغ دیا جائے جس کے باعث اہلِ پاکستان روحانیت، توکل اور قناعت سے عاری ہوتے گئے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی عقل و دانش کو مدارِ نجات و معیار نجات و معیار کامیابی قرار دیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان قعرِ ذلت میں گرتے چلے گئے، حتیٰ کہ اللہ کی عطا کردہ اسلامی مملکت آدھی رہ گئی۔

مسلمانو! غور کرو سوچو آخر ایسا کیوں ہوا؟ ہم پر بجائے رحمت کے ادبار کی گھٹائیں کیوں چھائی رہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ اللہ کا عطا کردہ ملک نہیں ہے؟ اگر اللہ چاہتا تو کیا یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا تھا؟ پھر کیوں ایسا نہیں ہوا؟ معلوم ہوا کہ سنت الٰہی کچھ اور ہی ہے۔ آیئے قرآن پاک میں تلاش کریں کہ اس کا سبب کیا ہے اور کیا علاج ہے؟ ارشاد باری ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و ھم لا یفتنون ۰ و لقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکذبین ۰ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون لوگ ہیں اور جھوٹے کون۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعتِ اسلامی کے نفاذ کا انعام اتنا سستا نہیں کہ ہر کس و ناکس کو بغیر کسی تربیت اور طلبِ صادق کے مل جائے بلکہ اس انعام کے مستحق بننے کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں اس لیے اللہ نے ہم کو آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ اگر ہم اس آزمائش میں سچے نکلے۔ غیر اسلامی پُر فریب باطل نظریات سے اجتناب کرتے رہے۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے تو انشاء اللہ العزیز وہ دن دُور نہیں کہ مقصدِ حصولِ پاکستان حاصل ہو جائے۔ ؎

آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
یہ کارگاہِ ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی روا روی میں

سُنار اگر سونے کو آگ کی بھٹی میں تپا رہا ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کو ضائع کر رہا ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ سونے کو خالص بنا رہا ہے۔ نارِ نمرود ہی میں سے گلشنِ ابراہیمؑ نمودار ہوتا ہے۔ بے آب و گیاہ کوہستانوں ہی میں آبِ زمزم اُبلتا ہے۔ فرعون کی آغوش ہی میں موسیٰ کی پرورش ہوتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کا سب سے بدترین دَور ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء کا دَور ہے۔ اسی دَور میں آدھا پاکستان ہم سے کٹ گیا۔ اسی دَور میں مشرقی پاکستان میں لاکھوں مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں ذبح کر دیے گئے۔ اسی دَور میں دَورِ حاضر کی مایۂ ناز

مجاہد پاک فوج سے کافروں اور مشرکوں کے سامنے ہتھیار ڈلوائے گئے۔ اور ساری دُنیا میں اس کی ذلّت دکھا کر تاریخِ اسلام کے منہ پر کالک مل دی گئی۔ اسی دَور میں ہزاروں کی تعداد میں [illegible] فوج کو دشمن کا اسیر بنا کر اس کی توہین کی گئی۔ اسی دور میں [illegible] پاکستان کی غیور اور باحمیت خواتین کو در بدر ہوتا ہوا دکھایا گیا۔ آدھے کٹے ہوئے پاکستان کو "نیا پاکستان" نام دے کر اس میں ناجائز حکومت قائم کر لی گئی اور اس نئی مملکت میں اسلامی معیشت کی بجائے سوشلزم کو نافذ کرنے کے جتن کئے گئے۔ اسی دور میں آزادئ تحریر و تقریر سلب کر لی گئی۔ پورے ملک میں مسلسل دفعہ ۱۴۴ نافذ کی جاتی رہی۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی سے یک طرفہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہریلا پراپیگنڈا ہوتا رہا۔ حتّٰی کہ اخبارات و رسائل کا گلا گھونٹا گیا۔ سینکڑوں، ہزاروں، اور لاکھوں مسلمانوں کو کرب ناک اذیتیں پہنچائی گئیں اور جھوٹے مقدمات میں پھانس کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ اسی منحوس دَور میں مزدور گولی کا نشانہ بنے۔ طلبا کو سرِ بازار عریاں کر کے پیٹا گیا۔ حق گو بے باک علماؑ، وکلا اور دانشوروں کو دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔ اسی ظالمانہ دَور میں پورا ملک قید خانہ بنا رہا۔ اس پر طرفہ تماشا یہ کہ حکمران "قائدِ عوام" کہلائے جو بغیر پولیس اور ایف ایس ایف کے مسلّح فوج کے باہر نکل نہ سکتے تھے۔ اسلام کے دشمن اسلام کے سب سے بڑے خدمت گار مشہور کئے گئے۔ درباریوں اور حاشیہ برداروں نے خوب خوب قصیدہ خوانی کی۔ اسی تاریک دَور میں پاکستان میں بسنے والی حضور اکرمؐ کی امت کو چار قوموں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لسانی فسادات کرائے گئے۔ سندھو دیش پر سے سو مرتبہ جان قربان کرنے کا دعوے کرنے والے اشخاص کو پاکستان کے وزرائے باتدبیر بنایا گیا۔ کراچی میں اُردو بولنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ اسی بدنام زمانہ دَور میں بلوچستان میں فوج سے دہشت گردی کرائی گئی وہاں کے باشندوں کو پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا۔ سرحد کے پٹھان غدّار قرار دیے گئے۔ سندھو دیش کے حمایتی، بھارت کے متوالے، رانا چندر سنگھ کے چیلے، دما دم مست قلندر کا نعرہ لگاتے ہوئے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے دندنانے لگے۔ اسی وڈیرہ شاہی کے دَور میں علاقائی اور لسانی جذبات کو برانگیختہ کر کے ملک کی یک جہتی اور پاکستان کے قومی تشخص کو پامال کر دیا گیا۔ اسی فرعونی دَور میں سوشلزم اور اسلام کی باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ جیلیں اہلیان

بنائی گئیں۔ جمہوریت کے نام پر [illegible] عوام [illegible] کا عرصۂ حیات [illegible] گیا۔ تمام حزبِ اختلاف کے ارکانِ اسمبلی کو جیلوں کی سلاخوں میں بند کر دیا گیا۔ پھر کیا تھا ملک کا بچہ بچہ اٹھ کھڑا ہوا۔ باحیا اور عفت مآب خواتین بازاروں میں نکل پڑیں۔ علماء سر سے کفن باندھ کر قرآن گلے میں ڈالے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے ظالم کی گولیوں کے آگے سینہ سپر ہو گئے۔ وکلا عدالتیں چھوڑ کر جلوس نکالنے لگے۔ مزدور شمعِ اسلام پر جان دینے کے لیے پروانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے۔ طلبا، قریہ قریہ پھیل گئے۔ ظالم سنگدل درندہ صفت حکمرانوں نے کرفیو لگا کر گولیاں چلائیں۔ خواتین کے برقعے کھینچے گئے۔ ان پر اشک آور بم کے گولے پھینکے گئے۔ علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں۔ عدالتوں میں وکلا اور ججوں پر فائرنگ کی گئیں۔ مساجد کی دل کھول کر بے حرمتی کروائی گئی۔ مقتولوں کو زد و کوب کر کے جنازوں پر زخمی کر دیا گیا۔ بچوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ کہیں کہیں قرآن پاک کو نذرِ آتش بھی کر دیا گیا۔ الغرض قیامت برپا ہو گئی۔ ہر مسلمان آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ ظالم حکمرانوں نے انا ولا غیری کا نعرہ بلند کیا۔ باضابطہ عوام کے منتخب نمائندوں کو دعوتِ مبارزت دی گئی۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ پاکستان میں اللہ تعالیٰ نے قومِ بنی اسرائیل اور فرعون کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ ہر طرف سے آواز آنے لگی۔ ع

کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

جس طرح فرعون کے مشیر اور حاشیہ بردار فرعون کو مشورہ دیا کرتے تھے۔ وقال الملا من قوم فرعون اتذر موسٰی وقومہ لیفسدوا فی الارض ویذرک والھتک کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں فساد پھیلائیں اور تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی چھوڑ بیٹھیں اسی طرح پاکستانی فرعون کے حاشیہ بردار بھی اپنے آقا کو ایسا کہنے لگے کیا تم قومی اتحاد کے رہنماؤں کو کھلی چھوٹ دے دو گے۔ کہ وہ ملک میں اسلامی "فساد" پھیلاتے رہیں اور آپ کے رائج کردہ سوشلزم کی اصلاحات کو غلط اور ناقابلِ عمل قرار دے دیں۔ اسی لیے ریڈیو پاکستان اور ٹی وی پر ان تحریکِ اسلامی کے قائدین کو اور ملک کے مسلمان مجاہدین کو شر پسند اور غنڈے

کہا جانے لگا۔ جس طرح فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا تھا۔ قال سنقتل ابناءھم ونستحی نساءھم ج وانا فوقھم قاھرون ○ "میں ان کے بیٹوں کو قتل کرا دوں گا اور ان کی عورتوں کو جیتا رہنے دوں گا ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے۔" اسی طرح پاکستان کے فرعونی حکمرانوں نے اپنے مشیروں کو جواب دیا کہ اس تحریک کے باہمت فرزندانِ توحید کا سر قلم کرا دیا جائے گا اور ان کی عورتوں تک کو اذیت پہنچانے سے گریز نہ کیا جائے گا اس لیے کہ ہم زور آور ہیں ہماری کرسی طاقتور ہے جب بے شمار اذیتیں مسلمانوں کو ہر روز پہنچنے لگیں تو مسلمان بے قرار ہونے لگے۔ اپنے اتحادی قائدین سے دریافت کرنے لگے کہ آخر ہمارا انجام کیا ہوگا؟ قائدینِ قومی اتحاد نے وہی جواب دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے متبعین کو دیا تھا۔

قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ واصبروا ج ان الارض للہ قف یورثھا من یشاء من عبادہ ط والعاقبۃ للمتقین ○ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی تو انہی کے لیے ہے جو اُسی سے ڈرتے ہوئے کام کرتے ہیں۔ پھر کیا تھا کہ آدھی رات گزرنے کے بعد گھروں کی چھتوں سے پورے ملک میں اذان کی آوازیں گونجنے لگیں۔ تہجد میں اللہ کے بندے رو رو کر دعائیں کرنے لگے۔ جگہ جگہ آیتِ کریمہ کا ورد ہونے لگا۔ قرآن خوانی کی مجلسیں سجیں۔ وحدہٗ لاشریک سے یکسُو ہو کر استغاثت طلب کی گئی۔ پھر بھی بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسے آنے لگے کہ دن بدن ظلم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ہر روز لوگ شہید ہو رہے ہیں، لیکن ظالم جھکنے کا نام نہیں لیتا، حتیٰ کہ فوج بھی کچھ اُسی کی طرفداری کرتے دکھائی دے رہی ہے۔ پاکستان بنانے سے پہلے بھی ہم لوگ جانی و مالی قربانیاں دے چکے ہیں اور پاکستان بنانے کے بعد بھی ہم پر وہی مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی بھارت کے خونخوار درندے ایف۔ ایس۔ ایف کی شکل میں مسلمانوں پر پھر ٹوٹ پڑے ہیں۔ قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا ط اس پر قومی اتحاد کے پُرعزم قائدین نے حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں اعلان فرمایا۔

قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون ○ قریب ہے "وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو اس مقدس زمین میں خلیفہ بنا دے پھر دیکھے کہ تم (عدل و انصاف قائم کرتے ہیں،) کیا کردار ادا کرتے ہو"۔ ظالم حکمران اپنے بے پناہ ظلم و ستم کے سبب دُنیا میں بھی ذلیل ہوں گے اور آخرت میں جہنم میں جلائے جائیں گے ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ○ جن ظالموں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیفیں پہنچائیں اور پھر اپنے کئے پر نادم نہ ہوئے اور توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جلتے رہیں گے۔

لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کے تحت جب قوم نے کروٹ لی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ کراچی سے خیبر تک چھوٹے بڑے مرد عورت، مزدور، کسان، علماء، وکلا، صحافی، دانشور، طلبا اور محنت کش سب ایک زبان ہو کر اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے قومی اتحاد کی رہنمائی میں نوستاروں کے پرچم تلے اُٹھ کھڑے ہوئے، جان و مال کی قربانیاں دیں تو پاکستانی فرعون لرز اٹھا، مذاکرات کے بہانے سے ایک اور جھانسہ دینا چاہا اور ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونکنے کے پورے سامان تیار کر لیے گئے۔ اُدھر محافظ حقیقی کو رحم آیا۔ اُس نے افواجِ پاکستان سے ضیاء الحق نامی ایک مردِ حق کو توانائی بخشی اور صحیح فکر عطا فرمائی وہ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور اللہ کے حکم سے آنِ واحد میں ظالم حکمران کو معزول کر کے غرور کا سر نیچا کر دیا۔ اندھیری رات بیت گئی۔ صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی۔ لوگ خوشی کے مارے بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہو گئے۔ پورے ملک میں دشمن کا بیڑہ غرق ہونے پر شکرانہ کی نمازیں پڑھی گئیں۔ حلوے اور مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ مرجھائے ہوئے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔ لوگ آپس میں گلے ملنے لگے۔ ایک دوسرے کو جمہوریت اور اسلامی نظام کی آمد آمد کی مبارکباد دینے لگے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے فان مع العسر یسراً ○ ان مع العسر یسراً ○ بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے، بے شک موجودہ مصائب کے بعد سہولتیں ملنے والی ہیں۔ توقع ہے کہ اب انشاء اللہ اس ملک میں ایسے نفوس برسرِ اقتدار آئیں گے جو نائب کی حیثیت سے اللہ کے احکام کو نافذ کریں گے۔ تمام غیر اسلامی قوانین کا خاتمہ ہوگا۔ صرف قانونِ الٰہی جاری و ساری ہوگا۔ ؎

اُمید ہست پرستندگانِ مخلص را
کہ نا امید نہ گردد ز آستانِ الٰہ

باطل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔ مغرور، متکبّر، سرکش، اللہ کا باغی ظالم حکمران حرفِ غلط کی طرح نابود ہو جائے گا۔ ان حکمرانوں کا نام لینے والا تک کوئی باقی نہ رہے گا۔ کون رہا ہے جو یہ رہے گا۔

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

آخر میں ہم پاکستان کے اس تاریک ترین دور کے ظالم اور معزول حکمرانوں کو بھی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت قرآن پاک کے چند احکامات سُنا دینا چاہتے ہیں جو ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اس لیے ہم ان سے بھی سچی ہمدردی رکھتے ہیں۔ کاش وہ ہوش میں آئیں اور ہٹلر اور مسولینی کے شیطانی منصوبوں پر توجہ دینے کی بجائے خالق و مالک حقیقی کے ارشادات کو ٹھنڈے دل سے سُنیں اور سنجیدگی سے غور کریں تو کیا عجب کہ ان کے دل کی سختی اور سیاہی دُور ہو جائے اور ایمان کی روشنی سے خانۂ دل منوّر ہو جائے۔ نیز توبہ کی توفیق ہو اور آخرت میں رُسوائی اور دردناک عذاب سے بچ جائیں فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلاً ہ جس کا جی چاہے اب بھی اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرلے۔

اے ناعاقبت اندیش، ہٹ دھرم اور نادان ہم وطنو! خدا را اب ظلم کے ارادے سے باز آجاؤ۔ اس ملک اور قوم کو تباہ کرنے کے منصوبے نہ بناؤ۔ یہ ملک اللہ کا ہے اس کو تم تباہ نہ کرسکو گے۔ ملک والا خود اس کی حفاظت کرے گا، خود پر رحم کرو، کیوں اپنی عاقبت برباد کرتے ہو۔ ملک میں مزید بحران لانے کی دھمکیاں نہ دو۔ فساد فی الارض قتل ناحق سے بھی بڑا گناہ ہے۔ الفتنۃ اشد من القتل۔ خوب جان لو عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ یاد رکھو احکم الحاکمین کی عدالت میں ہر انسان کو پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ ذرّہ ذرّہ کا وہاں حساب ہوگا۔ ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ہ جو شخص دُنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی وہاں اس کو دیکھ لے گا۔ فاما من ثقلت موازینہ ۝ فھو فی عیشۃ راضیۃ ہ واما من خفت موازینہ ۝ فامہ ھاویۃ ہ جس شخص کے نیک اعمال کا پلّہ بھاری ہوگا وہ بڑے عیش و آرام میں ہوگا خدا اس سے راضی ہوگا اور جس شخص کا پلّہ نیکی سے خالی اور ہلکا ہوگا (اور گناہوں کا بوجھ لدا ہوگا) تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ میں ہوگا جو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے۔

مقامات از دو بیرون نیست فردا
بہشتِ جاودانی یا جہنم

خوب جان لو اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ تو بہت بڑی کرسی کا مالک ہے نا! وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض۔ آسمانوں اور زمین کی وسعت سے بڑی کرسی کا۔ اس کا فرمان ہے۔ انّ بطش ربک لشدید۔ بلاشبہ تیرے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے وہاں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ دُنیا کی دولت اور حشمت سب دھری کی دھری رہ جائے گی۔ نہ کوئی وہاں وزیر کام آئے گا نہ مشیر نہ بیوی کام آئے گی نہ بچے، نہ پولیس کام آئے گی نہ ایف ایس ایف جس قدر دُنیا میں خوش حالی اور نعمتیں عطا ہوتی ہیں اُن سب کے بارے میں سوال ہوگا لتسئلن یومئذ عن النعیم ہ اُس روز تم سب سے تمام نعمتوں کی لازماً پوچھ گچھ ہوگی۔

دنیا میں اگر کسی کو شریعت کے مطابق اس کی بداعمالیوں اور کالے کرتوتوں کی سزا ملتی ہے تو ایسا شخص خوش قسمت ہے کیونکہ آخرت میں تو رسوائی سے بچ جائے گا۔ اس لیے زیادہ مناسب بات یہی ہے کہ تم اپنی سرکشیوں، خدا کی نافرمانیوں، مخلوق کی دل آزاریوں اور خونِ ناحق کا برملا اعتراف کرلو اور سزا کے طلب گار ہو جاؤ اسی میں تمہارے لیے بھلائی ہے ورنہ آخرت کی رسوائی اور وہاں کا دائمی اور دردناک عذاب ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ تصوّر ہے۔ انّ عذابہا کان غراماً۔ دوزخ کا عذاب تو تباہ کردینے والا ہے۔ وہاں کوئی چالبازی نہیں چل سکے گی۔ فرشتے رشوت خوار نہیں ہوتے اور نہ عادلِ حقیقی سے کوئی حرکت پوشیدہ ہے۔ نہ وہاں کسی کی سفارش چلے گی۔ وہاں کا تو حال یہ ہے۔ یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً ہ والامر یومئذ للہ ہ وہاں کوئی انسان دوسرے انسان کو نفع نہ پہنچا سکے گی۔ تمام تر حکومت اس روز بلا شرکتِ غیرے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ لا یملکون منہ خطاباً۔ اس روز کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوگی یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفاً ط اس روز تمام ذی روح اور فرشتے دست بستہ حواس باختہ خاموش باادب کھڑے ہوں گے کسی کو مجالِ سخن نہ ہوگا الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ہ وہ دن ایسا دن ہوگا کہ مونہوں پر مُہر لگا دی جائے گی، اور ان کے ہاتھ اللہ سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ انہوں نے دُنیا میں کیا تھا اور سُنو! خوب کان

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتّٰى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ پھر ان کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا تاکہ سارے مجرم اکٹھے ہو جائیں۔ جب وہ سب ان کے قریب آ جائیں گے۔ تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کیا کرتے تھے اور اس وقت لوگ متعجب ہو کر اپنے جسم کی کھالوں سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی تو ان کے اعضاء جسمانی جواب دیں گے کہ ہم کو اسی اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی ہے جس نے ہر گویا کو گویائی بخشی اور جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف واپس لائے جا رہے ہو۔ تم دنیا میں جرائم کرتے وقت چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے بلکہ تم اس گمان میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں ہے اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے آپ کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کر دیا اور اسی کی بدولت تم ابدی خسارہ میں پڑ گئے۔

دوستو! ابھی توبہ کا وقت باقی ہے۔ صدق دل سے تمام گناہوں کی توبہ کر لو۔ در کریم کھلا ہوا ہے۔ کھلی عدالت میں جاؤ۔ کیوں یہ مخصوص ٹربیونل کی خواہش کرتے ہو۔ کیا فاروق اعظمؓ نے عام عدالت میں جواب دہی نہیں کی تھی؟ کیا تم اس سے بڑھ کر معزز و محترم ہو؟ بلکہ مجمع عام میں اپنے کئے ہوئے گناہوں کا اعتراف کرو۔ کیوں جھوٹ موٹ کے قائد عوام بنتے ہو۔ سچ سچ گناہوں کا عوام کے سامنے اعتراف کرنے والے بن جاؤ۔ لوگوں کی ملامت ہی تمہارے گناہوں کو دھو دے گی۔ شریعت کی مقرر کردہ سزا کا نفاذ ہی تمہارے گناہوں کا کفارہ بنے گا۔ اس طرح تمہارا خاتمہ بھی بالخیر ہو گا۔ ورنہ یاد رکھو دنیا کی ذلت و رسوائی تو مقدر ہو چکی ہے۔ آخرت کی رسوائی مسلسل دردناک سزا سے کبھی بچ نہ سکو گے جب تک کہ اہل حق تمہیں معاف نہ کریں۔ خدا بھی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا۔ دنیا کے انسانوں کے روبرو اپنے پوشیدہ اعمال کے اظہار سے تو شرماتے ہو لیکن اللہ جو سمیع و بصیر ہے اور ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی رہتا ہے اس سے حیا نہیں کرتے۔ یاد رکھو تمہاری زندگی کا پورا ریکارڈ فلمایا جا چکا ہے اللہ کے فرشتوں نے اس کو محفوظ کر لیا ہے۔ محشر میں اس کو ٹیلی کاسٹ کر دیا جائے گا۔ دنیا میں تمہیں ریڈیو اور ٹی وی پر آنے کی بڑی آرزو رہتی تھی نا ؎

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ۔

مدرسہ اشرفیہ سکھر میں داخلہ

مدرسہ اشرفیہ سکھر میں درس نظامی میں دورہ حدیث سمیت تمام درجوں میں اور درجہ قرآن پاک میں ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ سے داخلے شروع ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب (سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور) اور دوسرے قابل اساتذہ کے زیر نگرانی طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مفت رہائش، خوراک، لباس اور علاج وغیرہ کی سہولتیں مدرسہ کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں۔ طلبہ داخلہ کے لیے جلد ماہ شوال میں رجوع فرمائیں۔

محمد اسعد تھانوی مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر

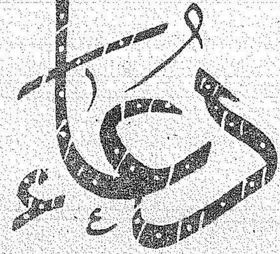
شکریہ

والد مکرم حضرت الشیخ مولانا عبدالمجید آف کھٹیالہ شیخاں کی وفات حسرت آیات پر بزرگوں دوستوں اور عزیزوں نے جس طرح غم میں ہاتھ بٹایا اس پر فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ خدام الدین کی وساطت سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محمد احمد فرزند حضرت الشیخ مرحوم مقیم منڈی بہاؤالدین



ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی



دعا تقدیر کے پس منظر میں

تقدیر پر یقین اور دعا کی قبولیت ہمارے عقائد کا اہم ترین مسئلہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد دل سے اٹھ جائے کہ معبود، عابد پر کبھی مواخذہ نہ کرے گا تو لطف عبودیت اور حقوق العباد کا شیرازہ بکھر جائے۔ اب تک جو ایسے مسائل پر مختلف مکتبۂ ہائے فکر میں بحث ہوتی رہی ہے اس سے یقین کا پیدا ہونا تو درکنار عبودیت کے فطری وجدان کے پائے استقامت میں بھی لغزش آتی نظر آ رہی ہے۔

تقدیر کے لغوی معنی ہیں۔ اندازہ کرنا۔ قسمت، بھاگ اور وہ اندازہ جو خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کے متعلق پہلے ہی کر رکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہماری آسمانی کتاب جو لاریب ہے اس کی ابتدا سورۃ فاتحہ سے ہوتی ہے اور سورۃ فاتحہ کی پہلی آیۃ کے پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ سب تعریفیں کس کے لیے ہیں؟ وہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو۔ رزق دینے والے کو جس نے کل عالم کو پیدا کیا۔ سب کائنات کے رب ہی کی ذات و صفات برحق ہیں۔ اس نے ہی کائنات کی تقدیر بنائی۔ یعنی ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ طے کر دیا کہ اس کو دنیا میں کیا کام کرنا ہے۔ اس کام کی کیا نوعیت ہوگی۔ اس کی صفات کیا ہوں گی۔ اس کا مقام کیا ہوگا۔ اس کی بقا۔ قیام اور افعال کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں گے۔ کس وقت وجود میں آئے گا۔ کب تک اپنے حصہ کا کام کرے گا۔ اور کس وقت کس طرح ختم کرے گا۔ اس پورے طریقہ کار اسکیم کا مجموعی نام تقدیر ہے۔ اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے اور اجتماعی طور پر تمام کائنات کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ یہ تمام کائنات کی تخلیق کسی پیشگی منصوبہ کے بغیر اوٹ پٹانگ طریقہ سے نہیں ہو گئی۔ بلکہ رب العالمین خالق حقیقی کے پیش نظر ایک منصوبہ تھا اور سب کام اس منصوبہ کے ماتحت چل رہے ہیں۔

اپنے رب کی تسبیح کرو۔ جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔ جس نے تقدیر بنائی۔ پھر راہ دکھائی۔ (سورۃ الاعلیٰ ۳-۱)

خدا تعالیٰ نے کسی چیز کو محض پیدا کر کے نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ جو چیز جس کام کے لیے پیدا کی اس کو اس کے انجام دینے کا طریقہ بھی بتایا۔ وہ محض خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔ جو چیز جس حیثیت سے پیدا کی اس کو ویسی ہی ہدایت بھی دی۔ ایک اس ہی قسم کی ہدایت زمین، چاند، سورج، تاروں اور سیاروں کو دی جس کے تحت سب چل رہے ہیں اور ان سب کا کام اور انجام اس ہادی برحق کو ہی معلوم ہے۔ اس طرح حیوانات، نباتات، معدنیات، جمادات کے لیے بھی راہیں منتخب کر دی ہیں۔ حیوانات کے بے شمار انواع، نباتات کے لاتعداد اقسام کا مظاہرہ تخلیق رب جلیل ہے۔

انسان کی شعوری زندگی میں جو انسان کو اختیار دیا گیا ہے اس کے تصرفات کے لیے اس کے استعمال کے واسطے خالق نے اس ساری کائنات میں ہر چیز کی ساخت اور حیثیت کے مطابق ہدایت کا انتظام کیا اور اس اختیار کی صحیح اور غلط راہیں بھی بتا دیں۔ جیسا کہ بار بار قرآن پاک میں ذکر آیا ہے۔

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا۔ خواہ شکر کرے یا کفر کرے۔ (الدھر-۳)

رب جلیل فرماتا ہے کہ ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی راہ نمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کونسا ہے اور کفر کا راستہ کونسا ہے اور اس کے بعد جو راستہ وہ اختیار

کرے اُسی کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ یہی مضمون سورۃ بلد میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

وھدینٰہ النجدین۔ "ہم نے دونوں راستے نمایاں کرکے دکھا دیئے۔ سورۃ شمس میں فرمایا گیا ہے "ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا" اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو استوار کیا۔ پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیئے۔ یہی نفس مضمون سورۃ مدثر میں اس طرح ہے "وما یذکرون الا ان یشاء اللہ" یہ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے جب تک اللہ نہ چاہے۔ یعنی وہ اس کا حق دار ہے کہ اس سے تقویٰ کیا جائے اور وہ اس کا اہل ہے کہ ان کو بخشش دے۔ یہاں آپ ملاحظہ کریں گے کہ خداوند قدوس کو مشیت میں کتنا دخل ہے یعنی بندے کا کوئی فعل بھی تنہا بندے کی اپنی مشیت سے ظہور میں نہیں آتا۔ ہر فعل کو پایہ تکمیل تک پہنچنے کے لیے جب تک مشیت ایزدی شامل نہ ہو جو نظم وضبط دُنیا میں قائم ہے وہ اس ہی وجہ سے ہے کہ اللہ کی مشیت ساری مشیتوں پر غالب ہے۔ انسان اس ہی وقت کچھ کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مشیت بروئے کار ہو۔ یہ معاملہ ہدایت اور ضلالت کا ہے۔ انسان کا محض ہدایت چاہنا ہی اس کے لیے کافی نہیں۔ اس کو ہدایت ملتی ہے اور اس وقت ملتی ہے جب خدا تعالیٰ اس شخص کے اندر گمراہی کی طلب پاکر یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ اسے غلط راستوں میں بھٹکنے دیا جائے۔ تب وہ ان راہوں پر بھٹک جاتا ہے جن راہوں پر اللہ کی مشیت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان کوئی ایک کام کیوں کرتا ہے اور کیوں ایک کام نہیں کرتا۔ دراصل انسان میں خدا نے خواہش یا ارادہ کا مادہ پیدا کیا ہے۔ یہ خواہش حالات کی بے پناہ گہرائیوں کے لاشعور میں خود بخود جنم لیتی ہیں۔ انسان میں ایک فطری قوت بھی ہے جسے قوتِ اجتناب کہتے ہیں یعنی کسی فعل سے باز رکھنا یا روکنے کی قوت۔ جب کوئی بُرا کام ہم کرنے کے لیے سوچتے ہیں تو ان دونوں قوتوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر قوتِ ارادی قوتِ اجتنابی سے قوی ہوتی ہے، تب انسان اس فعل کو کر گزرتا ہے۔ ورنہ قوتِ اجتنابی حاوی ہو جاتی ہے۔ اور انسان کو غلط فعل کے ارتکاب سے روک دیتی ہے۔ قوتِ ارادی اور قوتِ اجتنابی دونوں فطری طاقتیں یا صلاحیتیں ہیں جن کی پیداوار میں انسان کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ان قوتوں میں ایک دوسرے سے طاقت ور ہونے کے معاملہ میں بھی انسان بے بس ہے۔ موقع کے اچھے ہونے یا بُرے ہونے میں بھی انسان کو دخل نہیں ہے۔ وہ مرقع جس کی وجہ سے انسان کی قوتِ ارادی کو تحریک ہو وہ بھی اختیاری نہیں ہے۔ فرض کیا جائے کہ ایک شخص فاقہ سے بے حال ہو رہا ہے۔ اس کو کسی دکان پر روٹی رکھی نظر آتی ہے۔ فاقہ سے ہونا بھی غیر اختیاری ہے۔ روٹی کو دیکھ کر اس کی قوتِ ارادی میں تحریک کا پیدا ہونا بھی عین فطرت ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بھوک سے بے حال ہو کر روٹی چرالی۔ فعل فطرت کے عین مطابق ہوا۔ اب دقت یہ ہے کہ اس صورت میں ایسے اشکال پیدا ہو گئے جو رفع نہیں ہو سکتے۔ انسان مجبور بن گیا تو انسان کے افعال کا اچھا ہونا یا بُرا ہونا بالکل بے معنی ہوگا۔ کیونکہ جو فعل محض کسی سے مجبوراً صادر ہوتے ہیں۔ ان کو نہ ممدوح کہہ سکتے ہیں نہ مذموم۔ اس کے استدلال میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے۔

"ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن" یعنی خدا جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

اس طرح جب یہ کہا گیا کہ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ نجات اور حصولِ مقاصد ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں کہ جو چاہو گے کرو گے۔ کسی بھی امر کے حصول کے لیے جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملازم دیکھے جو بیگم صاحبہ چاہتی ہیں وہی صاحب کر دیتے ہیں تو اس ملازم کی یہی جدوجہد ہوگی کہ بیگم صاحبہ کی خوشنودیٔ طبع کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے کیونکہ کامیابی کی چابی بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ حصولِ مقصد کے لیے سعی اور عمل کی اشد ضرورت ہے اور سعی اور عمل خدا تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ہونے از بس ضروری ہیں تاکہ ہمارے نیک اور اپنی مرضی کے مطابق کام دیکھ کر وہ خالقِ حقیقی حتمی فیصلہ جو کرے وہ ہمارے حق میں ہو کیونکہ یہ ثابت ہوگیا کہ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے "جف القلم بما ھو کائن" یعنی جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ تقدیر پر لکھا جا چکا ہے لیکن اس کے معنی وہ نہیں جو عام طریقہ پر اخذ کئے جاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا ایک خاص نتیجہ منتخب کیا جا چکا ہے۔ اس پر استدلال یہ ہے کہ جو چیز جس چیز کی ذاتیات میں ہے کہ وہ اس سے کسی حالت میں بھی منفک نہیں ہوتی۔ صناع جب کسی آلے سے کام لیتا ہے تو صناع کی قوتِ فاعلہ آلے کو بااختیار نہیں بناتی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریس پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ لاہور سے شائع کیا

ہمارا اختیار ... کی ذاتیات میں سے ہے۔ اس لیے کسی فاعلِ مختار کا عمل اس کی جمادیت کو سلب نہیں کرتا۔ اس طرح قوتِ اختیاری بھی انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اس بنا پر وہ کسی حالت میں بھی سلب نہیں ہوتی۔ ہم سے جب کوئی فعل سرزد ہوتا ہے تو گو خدا تعالیٰ ہمارے فعل پر قادر ہے لیکن جس طرح صناع کا اثر آلے سے جمادیت کو مسلوب نہیں کرتا اس طرح خدا کی قدرت اور اختیار بھی ہماری قوتِ اختیار کو جو ہماری ذاتیات میں مقدر کر دی ہے بایں وجوہ سلب نہیں فرماتی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو ہدایت دینے کے لیے اس دُنیا میں انتظامات بھی کر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ہی (نفس لوامہ) ضمیر نام کی ایک چیز بنا دی ہے۔ جو ہر وقت ہر لمحہ اس کے افعال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے جب آپ کوئی بُرا کام کرتے ہیں۔ ضمیر صاحب فوراً آپ کو ٹوک دیتے ہیں خواہ انسان اس ضمیر کو بُرائیوں کی کتنی ہی عمیق گہرائیوں میں دبائے۔ بہلائے، پھسلائے۔ وہ ضرور اپنی آواز حق بلند کرتا ہے۔

انسان کی عقلی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ نے ایک اخلاقی حِس بھی دی ہے جس کی بدولت وہ فطری بُرائی بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے اور جن افعال کو اچھا جانتا ہے۔ چاہے خود ان افعال سے اجتناب ہی کرتا ہو۔ پھر بھی ان کو اچھا ہی کہے گا۔ اور جن افعال کو بُرا جانتا ہے چاہے خود اس میں مبتلا ہی کیوں نہ ہو ان کو بُرا کہے گا۔

مسئلہ تقدیر ہمیشہ ہی سے ایک معمّہ بنا رہا۔ ہر زمانہ میں ہر قسم کے لوگوں نے اس کے راز معلوم کرنے کی کوششیں کیں۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ ہم لوگ بقیع (مدینہ کا گورستان) میں ایک میّت کو دفن کر رہے تھے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ وسلم تشریف فرما ہو گئے۔ دریں اثنا حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ مرنے کے بعد اس کا ٹھکانہ بہشت ہے یا دوزخ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دریافت فرماتے ہیں کہ یا نبیؐ تو پھر ہم کو عمل ترک کر دینا چاہیے۔ جب تقدیر کا لکھا پہلے ہی ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے جواب فرمایا کہ نہیں عمل کرتے رہو جو اہلِ سعادت ہیں وہ خود بخود اہلِ سعادت رہیں گے اور ان کا خاتمہ اسی پر ہوگا اور جو بدبخت ہیں وہ بدبختوں کے کام کریں گے اور ان کا خاتمہ ان ہی پر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فاما من اعطٰی واتقٰی وصدق ..... بیسری (واللیل ۵۰۲)

ترجمہ:۔ جس نے خدا کے راستہ میں مال دیا۔ پرہیزگاری کی نیک بات کو سچ جانا اس کو ہم توفیق دیں گے۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولِ کریمؐ سے دریافت کیا۔ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کیا پہلے ہی سے معیّن کر دیے گئے ہیں۔ جنابؐ نے جواب فرمایا۔ بے شک صحابہؓ نے مزید دریافت کیا کہ جناب اگر پہلے ہی سے اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے تو عمل کرنے کا کیا فائدہ۔ نبیؐ پاک نے ان صحابہ کو بتایا کہ تم لوگ اپنی طرف سے کام ٹھیک کرنے کی کوشش کرو جو جنتی ہیں ان کا خاتمہ اہلِ جنت کے عمل پر ہوگا اور دوزخیوں کا خاتمہ بُرے عمل پر ہوگا۔ چاہے وہ پہلے کیسے ہی اچھے عمل کرتا رہا ہو۔ اللہ عزّ وجل نے اس کا فیصلہ پہلے ہی کر دیا ہے۔ اس ہی حدیث کو ترمذی نے قتیبہ سے انہوں نے لیث ابو قبیل سے روایت کی ہے دوسری سند کے قتیبہ نے ابوبکر نصر سے انہوں نے ابو قبیل سے یہ حدیث صحیح اور حسن قرار دی ہے اور اس روایت کو نسائی اور امام احمد نے بھی درست تسلیم کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح حاکم کی کتاب میں ابو جعفر رازی سے انہوں نے ربیع بن انس سے انہوں نے ابوالعالیہ سے انہوں نے ابی بن کعب سے بیان فرمائی ہے۔ اسحٰق بن راھویہ نے کہا ہم سے بقیہ بن ولید نے کہا۔ ان سے زبیری محمد بن ولید نے ان سے ہشام بن سعید نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی قتادہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہشام بن حرام نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ہم جو عمل کرتے ہیں ان کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے جو پہلے ہی تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا تو خود ان کو ان پر گواہ بنایا۔ واذا اخذ ربُّک من بنی آدم ...... الستُ بربّکُم ط۔ (الاعراف ۱۷۲)

ترجمہ:۔ جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پُشت سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے اقرار کرا لیا کیا میں تمہارا پروردگار ہوں یا نہیں؟

روایت بیان کی جاتی ہے کہ ان کو (اولاد آدم) الگ الگ کر کے کہا گیا کہ یہ جنت والے ہیں اور یہ دوزخ والے ہیں۔ سو جنت والوں کو اہلِ جنت کے کاموں کی توفیق دی اور دوزخیوں کو اہلِ دوزخ کے کاموں کی۔ اسحاق نے عبدالصمد سے انہوں نے حماد سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے، انہوں نے ابونصر

سے یہ روایت کی کہ نبی رسول پاکؐ کے صحابہ میں سے ایک شخص ابو عبداللہ کی عیادت کو گیا وہ زار و قطار رو رہے تھے۔ میرے دریافت کرنے پر بولے۔ ایک دن حضورؐ کو فرماتے سُنا تھا کہ جنت اور دوزخ مقدر کر دی گئی ہے اس خوف سے روتا ہوں کہ معلوم نہیں میرا نام کس فہرست میں ہے۔ عمرو بن محمد بن اسماعیل بن رافع نے بیان کیا۔ انہوں نے مقبری سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے انہوں نے رسول پاکؐ سے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی سرشت اس طرح بنائی۔ ۔۔۔ مٹی لی۔ پھر اسے کیچڑ بنایا، پھر جب یہ سوکھ گئی اور ٹھیکری کی طرح کھنکھنانے لگی تب اس میں روح ڈال دی۔ اور لوح تقدیر مرتب کر دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ حدیث جس پر تقریباً سب محدثین کا اتفاق ہے کہ ہر ایک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ۔ ابو بکر بزاز نے محمد بن عمر بن صباح کوفی سے انہوں نے عبداللہ بن موسےٰ سے انہوں نے فضل بن مرزوق سے آپ نے عطیہ سے انہوں نے ابو سعید سے آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز جب تین آدمی یعنی وہ شخص جو کسی نبی کے زمانہ دیکھنے سے پہلے ہی مر گیا (۲) مخبوط الحواس (۳) خورد سال بچہ۔ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا تو ان میں سے اول تو یہ اعتراض پیش کرے گا۔ کہ میرے زمانہ میں کوئی نبی نہیں آیا جو میں ہدایت پاتا۔ دیوانہ کہے گا کہ میں تو عقل و خرد سے مُبّرا تھا۔ خدا اگر مجھے عقل سے بہرہ ور کرتا تو میں عمل کر کے دکھاتا۔ بچہ عذر کرے گا کہ تو نے مجھے خورد سالی میں ہی واپس بلا لیا۔ اگر مجھے عمل کی توفیق کا موقع ملتا تو ضرور نیک عمل کر دکھاتا۔ آپؐ نے فرمایا پھر ان سب کے سامنے آگ پیش کی جائے گی اور حکم ہوگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے بارے میں معلوم ہوگا کہ یہ عمل کے موقع ملنے پر بھی حکم عدولی کرتا وہ آگ میں داخل ہونے پر انکار کر دے گا اور عذر کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تم نے میرے سامنے ہی میری نافرمانی کی۔ تو تم غائبانہ مجھے کیسے مانتے۔ اس ہی نفسِ مضمون کو قرآن پاک میں ملاحظہ فرمائیں۔ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(یُؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام ۱۲۵)

ترجمہ :۔ جس شخص کو خُدا چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔ اور یہی بات دوسرے مقام پر اس طرح واضح فرمائی ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۷)

ترجمہ :۔ بہتوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہتوں کو راہِ راست پر لاتا ہے اور گمراہی میں وہ انہی کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں۔ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ اللہ نے جسے جوڑنے کا حُکم دیا اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

یہاں تک ہم نے تقدیر کے ہر ہر پہلو پر خوب غور و خوض کر لیا۔ ہر طرف سے ٹھوک بجا کر دیکھ لیا۔ اور سمجھ لیا کہ مجیب الدعوات کے فیصلہ تقدیر سے مفر نہیں ہے۔ اب اس کے پس منظر میں آپ کی توجہ مضمون کے دوسرے عنصر یعنی دعا کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے تاکہ حتمی فیصلے سے پہلے آپ اوّل الذکر کو محلِّ نظر نہ کریں۔

دعا۔ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں پُکارنا، آواز دینا۔ عموماً خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنے ما فی الضمیر کے بیان کے لیے یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

سیرت طیبّہ کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باصفات نے عبدیّت کی عروج و ترقی کو پا لیا۔ عبد و معبود کا جس قدر گہرا تعلق ہے اس کا رابطہ و منبع صرف نماز ہے۔ اگر ہم صمیم قلب سے غور کریں تو محسوس ہوگا کہ نماز ایک طریقہ عبادت ہے اور دُعا عبادت کا سرچشمہ ہے۔ عبادت دراصل مختلف النوع دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ قرآن پاک کا آغاز بھی دعا ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے سورۃ الفاتحہ۔

ترجمہ :۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

حضورؐ نے دعا کو دین میں بُنیادی اور مرکزی اہمیّت کا حامل فرمایا۔ جیسا کہ ایک جامع حدیث حضرت نعمان بن بشیرؓ نے ابی بن کعب سے انہوں نے حضورؐ سرورِ کائنات سے روایت کی ہے۔

"اَنَّ الدعا ھو العبادۃ ثم قرأ ادعونی استجب لکم"

(احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد) اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "الدعا مخ العبادۃ" یعنی دُعا مغز عبادت

ہے۔ اللہ سے دعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور دعا سے زیادہ اعتراف عبدیت کی دلیل ہمیں کہیں نہیں ملتی۔

دعا اور بندے کا اس کے رب کے درمیان ایسا تعلق ہے جیسے کوئی کسی سے بالمشافہ بات چیت کر رہا ہو۔ بندہ اپنی ساری کمزوریوں، شکست، پریشانیوں، خستہ حالیوں کو دل کھول کر کے اپنے معبودِ حقیقی کے سامنے بیان کرتا ہے۔ شیطان سے پناہ میں رہنے کے لیے، برائیوں کے وسوسوں سے بچنے کے لیے، نیکی اور راہِ مستقیم پر چلنے کے لیے، رزق کی حصول کے لیے، نصرت و کامرانی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعاؤں کی شکل میں گڑگڑا کر اپنی عرضداشت پیش کرتا ہے اور وہ بھی ذات پاک ہے جو اپنے مجیب اور مجبور بندے کی خوب سنتا ہے۔

ایک شیرخوار بچے کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ بلک بلک کر روتا ہے اپنی ماں کی جانب ہی تکتا ہے۔ اس وقت کی شکل کو غور سے دیکھئے تو سہی کیسے کیسے ہونٹ ہلا ہلا کر ماں سے فریاد کرتا ہے، حالانکہ نہ وہ بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے مگر رو رو کر اپنا مدعا بیان کردیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی ماں ہی اس کی بھوک کا انتظام کر سکتی ہے۔ دعا مانگنے کا محرک دراصل انسان کا یہ اندرونی احساس ہوتا ہے کہ جب عالم اسباب کے فطری ذرائع و وسائل اس کی کسی تکلیف کو رفع کرنے یا کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتے ہیں لہٰذا اس کو کسی مافوق الفطرت۔ صاحب اقتدار ہستی سے رجوع ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس ہستی کو انسان بے دیکھے ہی پکارتا ہے۔ ہر وقت ہر حال میں پکارتا ہے۔ جلوت میں پکارتا ہے۔ خلوت میں پکارتا ہے۔ با آواز بلند پکارتا ہے۔ آہستہ آہستہ پکارتا ہے۔ اگر ایسا بھی کرنے پر قدغن لگ جاتی ہے تو دل ہی دل میں پکارتا ہے۔ سب کچھ صرف اس عقیدت کی بنا پر کرتا ہے کہ وہ رب جلیل، صاحب اقتدار، قادر مطلق ہستی اس کو ہر جگہ دیکھ رہی ہے۔ سن رہی ہے۔ وہ سننے والی تمام قیود سے باہر ہے بالاتر ہے۔ اس کو پکارنے والا چاہے اسے سمندر کی پُر اسرار گہرائیوں میں اور ہیبت ناک اندھیروں میں پکارے چاہے آسمان کی بے پناہ بلندیوں پر۔ الغرض محض عقلی استدلال کی ہی گنجائش نہیں بلکہ پکارنے والے کا یہ ارتکاب عمل اس امر کی ضمانت ہے کہ وہ اس ہستی عظیم کے اندر کی ان صفات پر اعتقاد رکھتا ہے جو صرف باری تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ اپنے مذہب اور عقیدہ کی بنا پر انسان چاہے اس کو کسی بھی نام سے پکارے مگر ماننا پڑے گا کہ دعا انسان صرف اور صرف اس ہستی عظیم سے ہی مانگتا ہے۔ جس کو وہ سمیع و علیم کہتا ہے اور اپنا رب تسلیم کرتا ہے۔ اس کے بغیر دعا مانگنے کا تصور کبھی انسان کے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ اس سلسلہ کو قرآن حکیم میں خود خدائے ذوالجلال نے اپنے بندے کے لیے حل کر دیا ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ...... جھنم داخرین (المومن۔ ۶۰)

ترجمہ :۔ تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل و خوار ہوں گے اور جہنم میں داخل ہونگے۔ یعنی دعائیں قبول کرنے اور نہ کرنے کے جملہ اختیارات صرف اس ذات پاک کے پاس ہیں۔ لہٰذا تم کو ہدایت کی گئی ہے کہ دوسروں سے دعائیں مت مانگو، اور باری تعالیٰ کو ہی اپنی طلب کا مرکز بناؤ جو سب کچھ جانتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔

یہ امر تو تحقیق طلب ہی نہیں ہے کہ خداوند قدوس قادر مطلق ہے، مُدبّر کائنات ہے اور حیّ و قیّوم ہے اور سب اختیارات کا کُلّی اور بلا شرکتِ غیر مالک ہے۔ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد اگر بندہ انبیاء، اولیاء، فقراء، پیروں اور فقیروں کے حیلہ وسیلہ تلاش کرتا پھرے اور ان کو استمداد کے لیے پکارے تو قطعی اور صریح شرک کے راستہ پر گامزن ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک .... ضل ضلالاً بعیداً ہ (النسا۔ ۱۱۶)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو شرک کرے اور بخشتا ہے۔ اس کو جس کو چاہے اس کے سوا۔ اور جس نے شرک کیا وہ گمراہی میں پڑ گیا۔

اس طرح کے عمل سے تو اس ذات باری کی شان ذوالجلال میں قطعی فرق نہیں آئے گا۔ مالک، مالک ہی رہے گا اور بندہ بندہ مگر مالک کو احساس ہوگا کہ بندہ میری ہدایت کی صریح اور دانستہ خلاف ورزی کر رہا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا اور مدد کی طلب کرنا مکمل شرک ہے۔

یدعوا من دون اللہ ما لا یضرہ .... ولبئس العشیر ہ (الحج ۱۲۔ ۱۳)

ترجمہ :۔ وہ ان کو پکارتا ہے جن کا نقصان ان کے

سے قریب تر ہے۔ جو ترین ہے اس کا مولیٰ اور بہترین ہے اس کا رفیق۔ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

بقیہ : اداریہ

قرآن و سنت سے وابستہ ہے۔ قرآن و سنت کو بنیاد بنا کر ایسا نظام وضع کرنا جس سے "تنویت" کی بیماری جڑ سے اکھڑ جائے اور ایک زندہ، متحرک اور فعال قوم کے شایانِ شان تعلیمی نظام قائم ہو از بس ضروری ہے۔

اس کے لیے مجوزہ تعلیمی کانفرنس میں کالج و مدرسہ کی زندگی کا وسیع تر تجربہ رکھنے والے ایسے حضرات کو بلایا جائے جو اسلام کے اسرار و رموز سے واقف ہوں جن کی زندگیاں صحیح مسلمان کی زندگیاں ہوں اور جو کسی قسم کے جماعتی و گروہی تعصب کا شکار نہ ہوں۔ یہ لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور نونہالانِ وطن کے لیے ایسا نظام تعلیم وضع کریں جو انہیں ایک اچھا شہری اچھا مسلمان اور زندگی کے ہر شعبہ میں وطن، قوم کی خدمت کرنے والا کارکن بنا دے۔ بصورتِ دیگر محض خطبات اور تقریریں قوموں کی تقدیر نہیں بدل سکتیں۔

ہمیں امید ہے کہ جنرل ضیاء الحق جو پوری دلسوزی اور جانکاہی سے تعمیر وطن میں مصروف ہیں اور جو یہاں مسلمانوں کو بہ حیثیت مسلمان پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں ہماری ناچیز گذارشات پر توجہ فرمائیں گے۔

علو ۱۱ شوال ۹۷

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری

سابقہ حکومت کے سیاہ کارنامے دنیا کے سامنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کا ہر آدمی مشکوک نظر آتا ہے لیکن ہم لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو ایمان و عرفان کی مشعل منور کرنے کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کرتے رہے لیکن محض اس جرم پر انہیں کوسنا کہ وہ "اس دور" میں تھے کسی صورت مناسب نہیں۔ اس روش سے کوئی بھی صحیح آدمی محفوظ نہیں رہے گا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے موجودہ ڈائریکٹر رشید احمد جالندھری ایک ایسے صاحب علم اور نابغہ انسان ہیں۔ جن کے لیے حالات سازگار ہوں تو وہ دنیائے علم میں ایک نئی دنیا بسا سکتے ہیں۔ لیکن ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ پچھلے دور میں ہونے کے سبب انہیں بعض برخود غلط لوگ رگید رہے ہیں حتیٰ کہ ان پر لاہوری مرزائی ہونے یا اس جماعت مرتدہ سے ناطہ کا الزام لگا رہے ہیں۔

ان لوگوں کی بد باطنی کی انتہا یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کے نام سے ایک جعلی بیان اخبارات میں چھپوا دیا۔ جس کا مقصد ڈاکٹر صاحب کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار تھا لیکن ان علماء نے اس جھوٹے بیان کی تردید کر کے یار لوگوں کا منہ کالا کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے دیوبند، خیر المدارس اور قاہرہ کی عظیم درسگاہوں میں علم کی منزلیں طے کیں وہ کسی لینڈ لارڈ کے بیٹے نہیں لیکن اپنی محنت سے اس عظیم مقام تک پہنچے ہیں۔ ان پر مرزائیت کا الزام لگانے والے خوفِ خدا سے

بقیہ : سیر چشمی

اور کہا تم نے یہ بہت اچھا کیا میں ابھی یہ بات اپنی بیوی سے کہہ ہی رہا تھا کہ میرا وہ ہاشمی دوست وہی سربمہر تھیلی ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ سچ سچ بتاؤ کہ اس تھیلی کا کیا قصہ ہوا تو میں نے اس کو تمام قصہ سنا دیا اس کے بعد اس ہاشمی نے کہا کہ جب تیرا یہ پرچہ میرے پاس پہونچا تو میرے پاس اس تھیلی کے سوا کوئی اور چیز نہ تھی میں نے یہ تھیلی تیرے پاس بھیج دی اس کے بعد میں نے تیسرے دوست کو خط لکھا اس نے جواب میں یہی تھیلی بھیج دی اس پر مجھے بہت تعجب ہوا کہ یہ تو میں تیرے پاس بھیج چکا تھا یہ اس تیسرے دوست کے پاس کیسے پہنچ گئی میں اس تحقیق کے لیے آیا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم نے اس تھیلی میں سے سو درہم تو اس عورت کو دے دیئے ۔۔۔ باقی ہم تینوں نے آپس میں بانٹ لیے اس واقعہ کی کسی طرح مامون الرشید کو خبر ہو گئی اس نے مجھے بلایا اور مجھ سے سارا قصہ سنا اس کے بعد مامون الرشید نے سات ہزار درہم دیئے۔ دو دو ہزار ہم تینوں کو اور ایک ہزار عورت کو (اتحاف)

بے نیاز ہیں کہ مرزائیت کفر ہے اور کسی مسلمان کو کافر کہنا جتنا بڑا جرم ہے وہ معلوم ؟

بہرحال ہم ملک کے اربابِ قلم سے بالخصوص گذارش کریں گے کہ وہ وقت کی آزادی سے فائدہ اٹھائیں لیکن اتنا نہ بڑھیں کہ کل کو داورِ محشر کے حضور شرمندہ ہونا پڑے۔

ضرورتِ تدریس و خطابت

درس نظامی کی ابتدائی و درمیانی کتب کی تدریس اور جمعہ و عیدین کی خطابت کے لیے قصور، لاہور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ اور ساہیوال اضلاع کے کسی شہر یا قصبہ میں موزوں کی جگہ کی ضرورت ہے۔ تبلیغی جماعت سے وابستہ حضرات کو ترجیح دی جائیگی۔ پتہ ذیل پر بالمشافہ یا بذریعہ خط بات کریں۔

عبدالعزیز الجواہری، کھارہ براستہ قصور

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
کا
عوام کے نام پیغام

نظامِ مصطفیٰ ؐ کے قیام کی جدوجہد کو کامیاب بنایا جائے

چکوال ۲۱ ستمبر (ڈاک سے) گزشتہ روز میونسپل کمیٹی چکوال کے میدان میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت نے کہا کہ اس وقت ملک میں نظامِ مصطفیٰ ؐ کے قیام کے لیے جو جدوجہد کی جا رہی ہے عوام کو چاہیئے کہ وہ اس کو کامیاب بنائیں۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کے حوالہ سے فرمایا کہ خلفائے راشدین کی خلافت اصل اصولِ دین میں سے ہے چونکہ حضور اکرم ؐ نے جو نظامِ اسلام قائم کیا تھا وہ خلفائے راشدین کے سپرد کیا اور خلفائے اربعہ نے اپنے تیس سالہ دورِ خلافت میں وہی اسلام پوری مملکت اسلامی میں نافذ فرمایا جس کی برکت سے کفر کی تمام طاقتیں قیصر و کسریٰ تک مغلوب ہو کر اسلام کے زیر نگیں ہوئیں۔ انہوں نے جنرل ضیاء الحق چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اس اقدام کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے مقابلہ حسنِ قرأت کرا کے ایک قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

بشکریہ ! روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ص ۲ کالم ۲۔
ڈاک ایڈیشن ۲۲ ستمبر ۷۸ء

اظہارِ تعزیت

مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور ہفت روزہ لولاک کے مدیر شہیر حضرت مولانا تاج محمود کو یکے بعد دیگرے دو صدمے برداشت کرنے پڑے۔ رمضان المبارک کے تیسرے ہفتے میں معصوم پوتا (جو حقیقی بھتیجہ کا لڑکا تھا) اور آخری ہفتہ میں بڑے بھائی داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت ایک لازمی حقیقت ہے۔ جس سے مفر نہیں لیکن انسان صدمات کو بہرحال محسوس کرتا ہے۔ اور یہ طبعی بات ہے۔ پھر ایک غریب الوطن اور مسافر کو گھر سے سینکڑوں میل دور جب یکے بعد دیگرے اس قسم کی خبریں ملیں تو دل ناتواں پر جو گزرے گی اس کا اندازہ مشکل نہیں۔

مولانا سے تعلق خاطر نے اپنے دل کو بھی شدید طور پر متاثر کیا۔ کس طرح تعزیت کروں ؟ اللہ رب العزت انہیں اور تمام متعلقین کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے، مرحوم بھائی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور معصوم پوتے کو آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ نیز دنیا میں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ادارہ دعا گو ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

غمزدہ۔ مدیر۔ علوی

اعلان داخلہ

"دارالعلوم عزیزیہ رجسٹرڈ" شمالی پنجاب کے تاریخی قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا کا قدیم دینی ادارہ ہے جو ۱۸۵۶ء میں حضرت مفتی احمد دین بگوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی عظیم و جلیل مسجد میں قائم فرمایا۔ ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن کارکنوں کی محنت سے مدرسہ بحمدہ جاری ہے۔ جہاں بہتر انتظامات کے ساتھ ساتھ عظیم الشان لائبریری موجود ہے جو شوق تحقیق رکھنے والے طلبہ کے لیے قدرت کا ایک عطیہ ہے۔

عصری تقاضوں کے مطابق ترمیم شدہ درس نظامی، میٹرک سے بی اے اور السنہ شرقیہ کی کلاسوں کا معقول انتظام ہے اس کے علاوہ تجوید و قرآت کے لیے ماہر اساتذہ موجود ہیں۔

داخلہ ماہ شوال کے اواخر تک جاری رہے گا۔ محدود نشستیں ہیں۔ مکمل کوائف اور شخصی حوالوں کے ساتھ جلدی رجوع کریں۔

(صاحبزادہ) ابرار احمد بگوی مہتمم دارالعلوم عزیزیہ
جامع مسجد بگویہ۔ بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

اعلان داخلہ

مدرسہ حنفیہ انوارالقرآن منڈی واربرٹن عرصہ گیارہ سال سے اکابرین علماء دیوبند کے مسلک کے مطابق جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کی زیر سرپرستی علوم نبویہ کی اشاعت کر رہا ہے۔ مدرسہ ہذا میں مقامی بچوں کے علاوہ بیرونی طلبا بھی زیر تعلیم ہیں۔ جن کی تمام ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ مدرسہ کا سالانہ خرچہ تقریباً ۱۸ ہزار روپے ہے تعمیرات کا سلسلہ بھی ہے لہٰذا مخیر حضرات اپنے صدقات، زکوٰۃ، عطیات سے مدرسہ سے تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

درجہ کتب عربیہ اور درجہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید میں داخلہ آخر شوال تک جاری رہے گا۔ شائقین علوم عربیہ و حفظ قرآن مجید جلد از جلد داخلہ لیں۔ خورد و نوش کے علاوہ طلبا کو تین روپیہ ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

(مولانا) حسین علی مہتمم مدرسہ حنفیہ انوارالقرآن منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ

۱۵۴۸

صدر دفتر انجمن حمایت اسلام لاہور

اعلان داخلہ

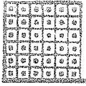
تجوید و قرأت و علوم دینیہ کی ایک مثالی درسگاہ
قاریہ کلاس انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخلہ

۶ شوال ۱۳۹۷ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۷ء سے شروع ہو رہا ہے۔ میٹرک پاس اور روانی کے ساتھ قرآن حکیم پڑھنے والی طالبات کو داخل کیا جائے گا۔ دیندار اور تجربہ کار ماہر معلمات کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ قاری محمد ظریف صاحب بھی مشق و حفظ قرآن حکیم کے لیے متعین کیے گئے ہیں۔

قاریہ کلاس کے دو سالہ کورس میں طالبات کو تجوید و قرأت کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر قرآن، حدیث نبویؐ، تاریخ اسلام، فقہ اسلام اور صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ طالبات کے لیے باپردہ قیام و عمدہ طعام اور علاج معالجہ کی سہولیات کے علاوہ تیس روپے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے داخلہ محدود ہے۔

فارم داخلہ و پراسپیکٹس دفتر دارالعلوم دینیہ شعبہ خواتین زنانہ دارالشفقت راج گڑھ روڈ لاہور یا دارالعلوم دینیہ ۱۱۹ ملتان روڈ لاہور سے حاصل کریں۔

منجانب :۔ راجہ سید اکبر خان
آنریری سیکرٹری دارالعلوم دینیہ ۱۱۹ ملتان روڈ لاہور



شیخ التفسیرؒ کی یاد میں

نذرانۂ عقیدت

بزمِ ہستی غم سے تیرے سوگوار ذرّہ ذرّہ ہے زمیں کا اشکبار
رو رہا ہے آسماں غم میں ترے ہے پریشاں گردشِ لیل و نہار
ماہیاں در آب نالہ مے کنند لرزہ بر اندام جبل و کوہسار
جسدِ اطہر خاک میں روپوش ہے روحِ انور عالمِ بالا نثار
لے گئے ارض و سما اپنے سہام رہ گئیں محروم آنکھیں اشکبار
تھا محافظ دینِ قیّم بے گماں عاشقِ حکمِ رسولِ کردگار
عمر وقفِ درسِ قرآن عظیم اسوۂ ختمِ رسُل تیرا شعار
ہادیٔ کامل و مرشد بے بدل گلشنِ توحید کی تازہ بہار
ظالموں کو ظلم سے روکے گا کون کون سمجھائے گا قرآں کی پکار
کون سمجھائے گا قرآں کے رموز کیا کرے سرِّ شریعت آشکار
آپ کے دستِ کرم سے فیضیاب ہو گئی مخلوق بے حد بے شمار
آپ محوِ خواب جس تربت میں ہیں خاک اس کی رات دن ہے مشکبار
آج ملتا ہے کہاں احمد علی مثل لانے سے ہے عاجز روزگار
ایک ویرانہ تھی دنیا تیرے بعد جس کی رونق بن گیا تیرا مزار

رات دن شیداؔ خدا کی رحمتیں
ان کے مرقد پر ہوں تا روزِ شمار

مولانا عبد الغنی شیداؔ
خطیب مدنی مسجد فاروق گنج لاہور



از: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

چند مقتدر علماء کرام کی آراء

○ جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہ کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق دیکھی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر ناممکن ہے مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب انشاء اللہ العزیز عوام و خواص دونوں طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے۔

(حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رح)

○ میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارہ ربط آیات قرآنیہ و ایضاح معانی فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی بحمد اللہ نہایت مفید اور کارآمد تحریر پائی۔ دلچسپ اور صحیح و ضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھر دیا گیا ہے کہ عوام اور خواص دونوں کو بہت زیادہ آسانی کے ساتھ دُرِ گرانمایہ ہاتھ آسکینگے۔

(حضرۃ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح)

○ اس تفسیر کو اول سے آخر تک نہایت غور سے دیکھا ہے اور دیکھنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے:
• اول سے آخر تک کوئی بات ایسی نہیں پائی جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہو • ربط آیات اس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس کی نظیر زمانہ ماضیہ میں معدوم الوجود ہے • مطالب و مضامین قرآن حکیم کی تشریح میں خیر الکلام قل و دل کے مطابق اختصار بھی ہے اور باوجود اختصار کے طرز بیان نہایت سہل و سلیس ہے۔

(حضرۃ مولانا سلطان محمود مدرس مدرسہ فتحپوری)

ہدیہ
۴۵ روپے

انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور